امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 64/74 | مورخہ ۲۵رذی قعدہ ۱۴۴۵ھ مطابق ۳رجون ۲۰۲۴ء روز سوموار | شمارہ نمبر 21

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل، حکایات اہل دل
- قربانی اسلام کی روح
- حج ایک جامع عبادات
- کامیاب زندگی کی بناد کردار پر منحصر ہے
- ہندوستان کا حالیہ پارلیمانی انتخاب
- اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب وصحت

بین السطور

مشورہ-ضرورت، اہمیت اور طریقۂ کار

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

بہت سارے معاملات ومسائل وہ ہوتے ہیں، جن میں انسان خود سے فیصلہ نہیں کر پاتا، یہ مسائل ومعاملات انفرادی بھی ہوتے ہیں اور اجتماعی بھی، انفرادی معاملات میں دو طریقے شریعت نے ہمیں بتائے ہیں، ایک استخارہ دوسرا استشارہ، اجتماعی معاملات میں صرف استشارہ یعنی صائب الرائے لوگوں سے مشورے طلب کرنا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (آل عمران: ۱۵۹) وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ (الشوریٰ: ۳۸) پہلی آیت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ معاملات میں صحابہ کرام سے مشورہ کرتے ہیں اور دوسری آیت میں ان لوگوں کی تعریف کی گئی ہے جو اپنے رب کے حکم ماننے، نماز قائم کرنے اور مال خرچ کرنے کے ساتھ اپنے معاملات مشورے سے حل کیا کرتے ہیں، استخارہ کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو استخارہ کر کے کام کرتا ہے وہ ناکام نہیں ہوتا، اور وہ ندامت وملامت وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے، "ما شقی عبد بمشورة وما سعد استخار رائی (قرطبی ۱۶۱) ایک دوسری روایت میں ہے کہ ما خاف من استخار ولاندم من استشار (المعجم الاوسط للطبرانی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے۔ المشورة حصن من الندامة وامن من الملامة (ادب الدنیا والدین ج ۱ ص ۲۷۷)

استخارہ دعا ہے اور اس کا مقصد اللہ رب العزت سے اعانت علی الخیر ہے، یہ اتنا اہم کام ہے کہ حضرت انسؓ کی ایک روایت میں ایک معاملہ میں سات مرتبہ استخارہ کرنے تک کی بات کہی گئی ہے، اور پھر استخارے کے بعد قلب کے رجحان کو دیکھا جائے کہ اللہ کیا القاء کرتے ہیں، اگر رجحان کام ہونے کی طرف جاتا ہے تو کر گذرا جائے اور اگر نہیں ہونے کی طرف رجحان ہے تو باز آجایا جائے، کبھی رجحان صاف نہیں پتہ چلتا ایسے میں بار بار استخارہ کرنے کے ساتھ صائب الرائے لوگوں سے مشورہ کرلیا جائے اور اللہ کے بھروسے مشورے کے بعد کام شروع کر دیا جائے۔

مشورے کی تاریخ بہت قدیم ہے، بعض لوگوں نے تخلیق آدم کے وقت اللہ رب العزت کا فرشتوں سے مشورہ کرنے کا بھی ذکر کیا ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں وہ مشورہ نہیں، تخلیق آدم کا فرشتوں کے درمیان اعلان تھا۔ اس اعلان پر فرشتوں کا جو ردعمل سامنے آیا، وہ قرآن کریم میں مذکور ہے۔

قرآن کریم میں ملکہ سبا بلقیس کا اپنے درباریوں سے مشورے کا بھی تفصیلی ذکر مطلوب ہے، اور درباریوں کے مشورے کو نہ ماننے کی بات بھی اسی واقعہ میں مذکور ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام سے بدر کے قیدیوں اور جنگ احد میں مشورہ کرنا اور حضرت ابوبکرؓ کے مشورہ کو بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں مان لینا، جنگ احد میں خود آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام کے اس مشورہ کو مان لینا کہ کفار سے لڑائی مکہ سے باہر لڑی جائے، حالاں کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا رجحان یہ تھا کہ لڑائی مدینہ کی سرحد اور اس کے قریب ہو، لیکن جب صحابہ کرامؓ کا مشورہ باہر نکل کر لڑنے کا آیا تو آپ نے اسے مان لیا اور ہتھیار بند باہر تشریف لائے، اس وقت تک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ ہم سے مشورہ دینے میں غلطی ہوئی ہے، انہوں نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کو ہی ترجیح دینے کی بات کہی تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبی اور رسول جب ہتھیار باندھ لیں تو بغیر لڑائی کے اسے نہیں کھولا کرتے، چنانچہ یہ لڑائی باہر ہی لڑی گئی اور اس کا نقصان جو ہونا تھا ہوا، ایک صحابیہ حضرت بریرہؓ غلام تھیں آزاد ہو گئیں، ان کے شوہر حضرت مغیثؓ غلام تھے، وہ ان کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تھیں، جس کا حق ان کو باندی سے آزادی مل جانے کی وجہ سے ملا تھا، لیکن شوہر کو ان صحابیہ سے بے پناہ محبت تھی، جدائی گوارہ نہیں تھی، آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہؓ کو بلایا اور فرمایا کہ تم ان سے نکاح کر لو، حضرت بریرہؓ نے فرمایا کہ یہ آپ کا مشورہ ہے یا حکم، ارشاد ہوا، مشورہ، پھر حضرت بریرہؓ نے اس مشورہ کو ماننے سے انکار کر دیا اور اس کو نہ ماننے سے نہ تو ان کا ایمان خطرہ میں پڑا اور نہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر کوئی بال پڑا کہ اس نے میرا مشورہ کیوں نہیں مانا۔

قرآن واحادیث کے انہیں واقعات اور آیات کی روشنی میں مدارس، مساجد، ادارے، تنظیمیں، جماعتیں اور جمعیتیں اپنے تنظیمی ڈھانچے کو چست درست رکھنے کے لیے مجلس شوریٰ کی تشکیل کرتی ہیں ارکان سے مشورے لیے جاتے ہیں اور کثرت رائے پر جمہوری انداز میں فیصلے ہوتے ہیں، آپ جانتے ہی ہیں کہ جمہوریت میں سر گنے جاتے ہیں، تولے نہیں جاتے، اسی طرح مشورہ کی مجلسوں میں کثرت آرا پر فیصلے ہوتے ہیں، حالاں کہ اسلام کثرت آرا پر فیصلہ کے بجائے قوت دلیل کو فیصلہ کی بنیاد قرار دیتا ہے۔

اللہ مغفرت فرمائے امیر شریعت سادس حضرت مولانا سید نظام الدینؒ کی، چمپارن کے علاوہ جن مدرسوں کے وہ صدر اور سرپرست تھے، بیش تر کی میٹنگوں میں نمائندگی کے لیے مجھے بھیجا کرتے تھے، ایک مدرسہ کی میٹنگ میں ان کی نمائندگی میں کر رہا تھا اور مجلس شوریٰ کا ایک رکن مدرسہ کے ذمہ داروں کے خلاف طعن وتشنیع، بدگوئی، بلکہ گالی گلوج پر اتر آیا تھا، مجلس کی صدارت ایک باوقار بزرگ فرما رہے تھے، میں تھوڑی دیر تو برداشت کرتا رہا، پھر پوچھا کہ جن کو بات کرنے کا سلیقہ نہیں ہے، اسے ممبر مجلس شوریٰ کس نے بنا دیا، معلوم ہوا کہ یہ مدرسہ کو پانچ کوئنٹل گیہوں دیا کرتے ہیں، اس لیے ان کو رکن مجلس شوریٰ منتخب کیا گیا تھا، ظاہر ہے یہ ایک غیر عملی اور غیر منطقی معاملہ ہے، مجلس شوریٰ کے ارکان کا انتخاب داد ودہش اور چندہ دینے کی وجہ سے نہیں ہونا چاہیے بلکہ صائب الرائے ہونا چاہیے، اپنی بات رکھنے کا سلیقہ ہونا چاہیے اور تنقید بھی مجلس میں پوری احساس ذمہ داری کے ساتھ کرنی چاہیے۔

ایک بار مجلس عاملہ امارت شرعیہ کے لیے ہم لوگوں نے ایک ایسے آدمی کا نام حضرت امیر شریعت سابع مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانیؒ کی خدمت میں پیش کیا، جو حضرت کے مرید خاص، حاضر باش اور بڑے معتقد تھے، ہم لوگوں کے نام لیتے ہی فرمایا کہ وہ میرے مرید ہیں اور میں ان کی صلاحیت کو جانتا ہوں، اس لیے ان صاحب کے بارے میں آپ لوگ مجھ سے کچھ نہ کہیں، پھر فرمایا: مرید ومعتقد ہونا اور بات ہے اور صحیح مشورہ دینے کی صلاحیت کا ہونا الگ بات، ایک کو دوسرے سے خلط ملط نہیں کرنا چاہیے۔ اسی وجہ سے حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ نے بیعت امارت اور بیعت طریقت کو الگ الگ بتایا ہے۔

ایک موقع سے مولانا سید نظام الدینؒ کو بعض لوگوں نے ایک کلیدی عہدہ پر ایک صاحب کو نامزد کرنے کا مشورہ دیا، ان کے فضائل اور خصوصیات کا ذکر کیا، حضرت نے فرمایا؛ وہ میرے شاگرد رہے ہیں، میں انہیں اچھی طرح جانتا ہوں اور اس مشورہ کو نہیں مانا۔

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مشورہ کا مان لینا ضروری نہیں ہے اور ہر آدمی اس لائق بھی نہیں ہوتا کہ وہ مشورہ دے، اس لیے بہت سوچ سمجھ کر مشیر کار اور ارکان شوریٰ کا انتخاب کرنا چاہیے، مشورہ دینے والوں میں علم، صلاحیت، خلوص، تقویٰ کا غالب عنصر ہونا چاہیے، اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ جن امور میں مشورہ لیا جا رہا ہے، مشورہ دینے والا اس مسئلہ کا جانکار اور ماہر بھی ہو، ظاہر ہے "کاشتکاری" کے بارے میں "ولکنائز" کی دوکان والے سے مشورہ لیا جائے تو وہ صحیح مشورہ نہیں دے سکتا، آرٹس کے طالب علم سے سائنسی معاملات ومسائل کے بارے میں مشورہ کیا جائے تو صحیح بات سامنے نہیں آسکتی، ڈاکٹر سے تعمیر مکان پر مشورہ لیا جائے تو بے وقوفی کی بات ہوگی، اس لیے مشیر کاروں کے انتخاب کا معاملہ بہت اہم ہو جاتا ہے اور اسی پر صحیح فیصلے کا مدار ہوتا ہے، مشہور ہے کہ حضرت علیؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کے پیش رو کے وقت میں تو ایسے احوال نہیں تھے، فرمایا کہ ہاں ان کے مشیر کار ہم جیسے لوگ تھے اور ہمارے مشیر کار تم جیسے لوگ ہیں۔

اس صورت حال کی وجہ سے مشورے کی مجلس نہ صرف غیر مفید ہو رہی ہے، بلکہ اس کے نقصانات بھی سامنے آتے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ شریعت میں جو مشورے کی اہمیت ہے اس کو سامنے رکھا جائے، مشورہ کے پہلے مشورہ کی دعائیں پڑھی جائیں، اللہ رب العزت سے خیر وصواب طلب کیا جائے، اللھم الھمنی رشدی واعذنی من شر نفسی الی اللہ . میرے اللہ میرے دل میں وہ بات ڈال دے جس میں میرے لیے بہتری ہو اور نفس کے شر سے میری حفاظت فرما۔ اپنی رائے پر اصرار نہ کیا جائے؛ بلکہ قوت رائے کو اہمیت دی جائے، اور جب کوئی فیصلہ ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کر کے کام شروع کر دیا جائے، یہی اللہ کا حکم ہے، فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ (۱۵۹)

اچھی باتیں

"وقت گزر جانے کے بعد اگر کوئی قدر کرے تو اسے قدر نہیں افسوس کہتے ہیں۔ ☆ باپ کا امیر یا غریب ہونا اہم نہیں باپ کا ہونا ہی بہت بڑی دولت ہے۔ ☆ اپنا وہ نہیں ہوتا جو فارغ وقت میں تمہیں یاد کرے، اپنا وہ ہوتا ہے جو مصروف ہو کر بھی تمہیں یاد رکھے۔ ☆ خاموشی بہترین ہتھیار ہے، خاص طور پر اس وقت جب لوگ آپ سے چیخنے کی توقع کریں۔ ☆ کچھ دکھ، کچھ درد اور کچھ اداسیاں بہت ذاتی ہوتی ہیں، جنہیں ہم چاہ کر بھی کسی پر عیاں نہیں کر پاتے۔ ☆ انسان صرف موت سے نہیں مرتا، کبھی کبھی اسے لفظوں، لہجوں اور رویوں سے بھی مار دیا جاتا ہے۔ ☆ کچھ لوگوں کو ہم عزت دینا چاہتے ہیں، مگر وہ اپنے رویے سے ثابت کر دیتے ہیں کہ انہیں اس کی ضرورت نہیں ہے"۔

(حاصل مطالعہ ومشاہدہ)

بلا تبصرہ

"مسلمانوں کی بدقسمتی یہ ہے کہ ایک طرف انہیں نشانہ بنایا جاتا ہے تو دوسری طرف جو لیڈران خود کو ان کا ہمدرد ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کی ہمدردی فہم سے بالاتر ہے، آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ مسلمانوں سے تو وہ ہمدردی رکھتے ہیں، مگر انہیں نمائندگی دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ۲۰۱۹ء میں بڑی پارٹیوں نے ۱۱۵ر مسلمانوں کو امیدوار بنایا تھا، جبکہ اس بار یہ تعداد گھٹ کر ۷۸ر رہ گئی ہے، اس میں سے کتنے مسلم امیدوار جیتیں گے، یہ کہنا مشکل ہے، حالات کو دیکھ کر یہی لگتا ہے کہ مسلمانوں کی ہمدردی کا دم بھرنے والی پارٹیوں کی دلچسپی مسلمانوں کے ووٹ سے تو ہے، انہیں امیدوار بنانے سے نہیں"۔

(اداریہ راشٹریہ سہارا، ۲۶رمئی ۲۰۲۴ء)

اللہ کی باتیں — رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا

’’جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے رب نے چند باتوں میں امتحان لیا تو وہ اسے بجالائے، اللہ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے سب لوگوں کا پیشوا بناؤں گا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میری اولاد میں سے بھی، ارشاد ہوا میرا وعدہ نافرمانوں سے متعلق نہیں ہے‘‘ (سورہ بقرہ:۱۲۴)

مطلب: حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے ایک بڑے حلیم اور برگزیدہ پیغمبر تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں آزمائشوں کے مختلف مرحلوں سے گذارا پھر جب وہ صبر و رضا کے ساتھ تمام آزمائشوں میں کامیاب ہوئے تو وہ نبیوں اور رسولوں کے مورث قرار پائے، حضرت اسماعیل واسحاق کے خاندانوں کی برکتیں انہیں کے ذریعہ اتریں اور آدم کے سارے گھرانوں کو ان کے ذریعہ ہدایت کی روشنی ملی، خاتم النبیینؐ کے ظہور کی دعا انہوں نے کی، قرآن مجید میں اس کا تذکرہ آیا ’’ربنا وابعث فیهم رسولا‘‘ کہ اے ہمارے پروردگار ان میں سے ہی ایک پیغمبر بھیج دیجئے، اس سے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مراد ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایمان ویقین کی آزمائش اس وقت سے شروع ہوئی، جب انہوں نے اپنے معاشرہ اور سماج کو وحدانیت کا پیغام سنایا، حکومت وقت نے ظالمانہ طریقے سے آپؑ کی آواز کو دبانا چاہا، لیکن آپؑ پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا اور آپؑ برابر اللہ کی وحدانیت اور اس کی عبادت کرنے کا اعلان کرتے رہے، بالآخر نذر آتش کا منصوبہ بنایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایمان تھا کہ خدا کے حکم کے بغیر آگ ان کو نقصان نہیں پہونچا سکتی اور وہی ہوا کہ آگ کے شعلے ان کے لئے گل گلزار بن گئے، پھر امتحان کا اگلا مرحلہ سامنے آیا، وطن سے ہجرت کی اور ملک شام پہونچنے اور پھر وہاں سے عرب کے صحرا میں فرائش ہوئے، جہاں دور دور تک آبادی کا کوئی نام ونشان نہیں تھا، یہاں حضرت ہاجرہ اور بیٹے اسماعیل کو چھوڑنے کا حکم ہوا، شیر خوار اسماعیل پیاس سے بیتاب ہوئے اور ایڑیاں رگڑنے لگے، وہیں سے ایک چشمہ پھوٹ پڑا، جس کو آب زمزم کہتے ہیں، اب اللہ کی رحمتیں اور برکتیں اس سرزمین پر نازل ہوئیں اور یہ جگہ بارونق ہونے لگی، حضرت ابراہیمؑ نے اس رونق اور آبادی کو دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا، اب حضرت اسماعیلؑ کچھ بڑے ہوئے تو حضرت ابراہیمؑ نے متواتر تین دنوں تک خواب دیکھا کہ وہ اپنے لاڈلے بیٹے اسماعیلؑ کو ذبح کر رہے ہیں، وہ بیٹا جس کی قربانی مطلوب تھی، اللہ کے خلیل کا بیٹا تھا، وہ فوراً آمادہ ہوگیا اور جواب میں کہا ابا جان جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا اسے کر گذریئے، بیٹے کو پیشانی کے بل گرا کر گردن پر چھری رکھ دی اور چلانے لگے، لیکن اللہ کو نہ اسماعیل کی قربانی مطلوب تھی اور نہ ہی ان کی جان لینا مطمح نظر تھا، بلکہ ابراہیم کا دل دیکھنا یا کہئے کہ محبوب کا آخری مرحلہ طے کرانا مقصود تھا، تاکہ حضرت ابراہیم کے جذبہ عبدیت وفدائیت کا امتحان ہوجائے، صدا آئی ’’یا ابراهیم قد صدقت الرویا‘‘ اے ابراہیم تو نے خواب سچ کر دکھایا، تیرا بیٹا تجھے ہی مبارک ہو، ہم صادقین ومحسنین کو اسی طرح آزماتے ہیں، ہماری قربانی در اصل اسی سنت ابراہیمی کی تجدید واحیا ہے، یہ یادگار واقعہ سبق دیتی ہے کہ انسانوں کو اللہ کی خوشنودی کے لئے اپنا سب کچھ قربانی کر دینا چاہئے، یہی انسانیت کی تکمیل ہے، غرضیکہ حضرت ابراہیمؑ کا یہ عمل قربانی امت کے لئے ایک نمونہ ہے، ہر صاحب حیثیت قربانی کر کے سنت ابراہیمی کو زندہ کرے نیز نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ حضرت اسماعیلؑ کی طرح والدین کی اطاعت کا شیوہ اختیار کریں اور اللہ کی مرضی کے سامنے سر تسلیم خم رہیں، آیئے ہم اس جذبہ ابراہیمی کو دل میں تازہ کریں اور پھر اس کی برکتوں کے انوار ہم بھی دیکھیں گے اور ہماری آنے والی نسلیں بھی۔

دکھاوے کیلئے کام نہ کیجئے

’’حضرت محمود بن لبیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ خطرہ ’شرک اصغر‘ کا ہے، بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرک اصغر کا کیا مطلب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ریا اور دکھاوے کے لئے کام کرنا‘‘ (مسند احمد)

وضاحت: اگر کوئی شخص اللہ کی عبادت، ذکر وتلاوت اس غرض سے کرتا ہے کہ لوگ اس کو عبادت گذار، تہجد گذار اور نیکوکار سمجھیں اور اس کی بنیاد پر دنیاوی منفعت و وجاہت حاصل کریں تو یہ ریاکاری اور دکھاوا ہے جو کہ نہایت ہی ناپسندیدہ عمل ہے، حدیث پاک میں اس کو شرک اصغر کہا گیا ہے کیونکہ اس نے اللہ کی رضا وخوشنودی کے بجائے لوگوں میں اپنے لئے معزز ومحترم بننے کا دکھاوا کیا، گویا اس میں گرچہ حقیقی شرک نہیں ہے لیکن اس میں ایک درجہ شرک کا پہلو نکلتا ہے، جب کوئی عمل اخلاص نیت سے خالی ہوتا تو ممکن ہے کہ دنیا میں اس کو کچھ فائدہ حاصل ہو جائے، مگر آخرت میں اس کے لئے کوئی حصہ نہیں ہے، سنن نسائی میں ایک طویل حدیث ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن پہلے جن تین لوگوں کو طلب کیا جائے گا اور ان کے اعمال کا محاسبہ کرنے کے بعد فیصلہ ہوگا ان میں ایک شہید ہوگا، دوسرا معلم ومدرس ہوگا اور تیسرا مالدار شخص ہوگا، ان تینوں سے اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کے بارے میں دریافت کرے گا، وہ سب اپنے اپنے کارنامے بتلائیں گے، مگر چونکہ ان کے اعمال اخلاص وللٰہیت سے عاری ہوں گے، صرف دکھاوا اور شہرت کے خاطر اپنے اپنے اعمال انجام دیئے ہوں گے، اس لئے ان کے اعمال حبط ہو جائیں گے اور حشر کے دن انہیں ذلت ورسوائی کے ساتھ سخت سزا دی جائے گی،، ظاہر ہے کہ ایسا عمل جو صرف دکھاوے کے لئے ہو اس میں اخلاص نہ ہو تو اللہ کے یہاں اس کی کوئی قیمت نہیں، کیونکہ ’ایمان‘ اخلاص کا نام ہے اور عبادتوں کے لئے اخلاص ضروری ہے، اس لئے اپنے اعمال وکردار کو اخلاص کی خوشبو سے معطر کیجئے، دلوں سے ریا، شہرت اور چاپلوسی کو نکالئے اور اللہ کی رضا کے لئے حسن نیت کے ساتھ عمل کیجئے، اگر عمل چھوٹا ہے اور اخلاص کے جذبے سے معمور ہے تو اس نمائشی عمل سے بہت بہتر ہے جو زیادہ کیا گیا اور لوگوں کے دکھاوے کے لئے کیا گیا ہے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن جب کہ خدا کے سایہ کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا، خدا سات آدمیوں کو اپنے سایہ میں لے گا، جن میں ایک وہ شخص ہوگا جس نے صدقہ اس طرح چھپا کر دیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو نہ معلوم ہوا کہ داہنے ہاتھ سے کیا دیا، اس لئے ایمان والوں کے لئے ضروری ہے کہ اپنے تمام اعمال کے اندر خلوص پیدا کرنے کی کوشش کریں اور اپنے اعمال کو ضائع اور اکارت ہونے سے بچائیں۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

میت کی طرف سے قربانی

س: میں ہر سال اپنے مرحومین کی جانب سے قربانی کیا کرتا ہوں، شرعاً اس کی اجازت ہے یا نہیں اور مرحومین کو اس کا ثواب پہونچے گا یا نہیں، گوشت کا کیا حکم ہے؟

ج: مسلم شریف کی روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مینڈھا اپنی طرف سے، اپنی آل کی طرف سے اور اپنی امت کی طرف سے قربانی کی: ’’اخذ الکبش فاضجعه ثم ذبحه ثم قال: بسم الله اللّٰهم تقبل من محمّد وآل محمّد ومن امّة محمّد ثم ضحّى‘‘ (صحیح مسلم: ۱۵۶/۲)

اور امت میں بہت سارے لوگ انتقال بھی کر چکے تھے، معلوم ہوا کہ مرحومین کی طرف سے قربانی درست ہے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے:

’’عن حنش قال رأیت علیا رضی الله عنه یضحی بکبشین فقلت له ماهذا فقال إنّ رسول الله صلی الله علیه وسلم أوصانی أن أضحی عنه فأنا أضحی عنه‘‘ (سنن ابی داؤد، ص:۳۸۵، کتاب الضحایا)

اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مالی عبادت میت کی طرف سے انجام دے کر اس کا ثواب میت کو پہونچایا جا سکتا ہے اور قربانی بھی ایک مالی عبادت ہے، لہٰذا میت کی جانب سے قربانی کرنا شرعاً جائز ہے، اس کا ثواب ان شاء اللہ میت کو پہونچے گا۔

پس صورت مسئولہ میں اگر آپ مالک نصاب ہیں اور اپنی طرف سے قربانی کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے مرحومین کی طرف سے بھی ایک دو حصہ قربانی کرتے ہیں تو شرعاً جائز ہے، ثواب میت کو ملے گا اور گوشت کے مالک آپ ہوں گے، آپ خود بھی کھا سکتے ہیں اور دوست واحباب کو بھی کھلا سکتے ہیں: ’’من ضحی عن المیت ...... والاجر للمیت والملک للذابح‘‘ (رد المحتار: ۴۷۲/۹)

لیکن اگر آپ مالک نصاب ہونے کے باوجود ہر سال دوسروں کی جانب سے قربانی کرتے ہیں، اپنی طرف سے نہیں کرتے تو ایسی صورت میں وجوب آپ کے ذمہ باقی رہنے کی وجہ سے گنہگار ہوں گے۔

قربانی کے جانوروں کی عمر

س: کس عمر کے جانور کی قربانی درست ہے، کیا دانتا ضروری ہے؟

ج: قربانی کے جانوروں میں دانت کا اعتبار نہیں ہے، بلکہ عمر کا اعتبار ہے، چنانچہ اونٹ پانچ سال کا، بیل، بھینس وغیرہ دو سال اور بھیڑ بکری وغیرہ ایک سال کی ہونا ضروری ہے، اس سے کم عمر والے جانور کی قربانی درست نہیں ہے، سوائے دنبہ کے کہ اگر وہ چھ ماہ کا اس قدر موٹا ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی قربانی درست ہے: ’’ویجزی من ذالک کله الثنی فصاعدا الا الضان والثنی منها، ومن المعز ابن سنة ومن البقر ابن سنتین ومن الابل ابن خمس سنین ویدخل فی البقر الجاموس لانه من جنسه‘‘ (الهدایه: ۴۴۹/۴)۔

جانوروں کے کان یا دم

س: قربانی کے جانوروں میں پیدائشی طور پر کان یا دم نہ ہو یا کٹی ہو تو اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

ج: جس جانور کے پیدائشی طور پر دم یا کان نہ ہو یا ہو مگر ایک تہائی یا اس سے زیادہ حصہ کٹا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں ہے: ’’قوله (التی لا اذن لها خلقة) قال فی البدائع: ولاتجوز مقطوعة احدی الاذنین بکمالها والتی لها اذن واحدة خلقة‘‘ (رد المحتار: ۴۶۹/۹)

’’قال: ولاتجزی مقطوعة الاذن والذنب...... ولا التی ذهب اکثر اذنها وذنبها وان بقی اکثر الاذن والذنب جاز‘‘ (الهدایه: ۴۴۷/۴)

البتہ دم یا کان پیدائشی طور پر چھوٹے ہوں تو اس کی قربانی درست ہے: ’’وتجزی السکاء وهی صغیرة الاذن‘‘ (الفتاوی الهندیه: ۲۹۷/۵)

سینگ ٹوٹے ہوئے جانور کی قربانی

س: وہ جانور جس کی سینگ نہ ہو خواہ داغ دی گئی ہو یا ٹوٹ گئی تو اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

ج: ایسے جانور کی قربانی درست ہے جس کو پیدائشی طور پر سینگ نہ ہو یا سینگ نکلنے کے بعد اس کو داغ دیا گیا ہو تاکہ بڑھے نہیں یا سینگ ہو لیکن ٹوٹ چکی ہو، البتہ اگر سینگ جڑ سے اکھڑ چکی ہو جس کا اثر مغز دماغ تک پہونچ گیا ہو اس کی قربانی درست نہیں ہے:

’’(ویضحی بالجماء) هی التی لاقرن لها خلقة وکذا العظماء التی ذهب بعض قرنها بالکسر او غیره، فان بلغ الکسر الی المخ لم یجز‘‘ (رد المحتار: ۴۶۷/۹)

لنگڑے جانور کی قربانی

س: ایک جانور لنگڑا کر چلتا ہے، اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

ج: وہ جانور جو ایک پیر کا لنگڑا ہے لیکن چلنے میں اپنے لنگڑے پیر کو زمین پر ٹیک کر چلتا ہے تو اس کی قربانی درست ہے اور اگر صرف تین پیر کے سہارے چلتا ہے اور لنگڑے پیر کو زمین پر نہیں ٹیکتا تو اس کی قربانی درست نہیں ہے:

’’قوله: (والعرجاء) ای التی لایمکنها المشی برجلها العرجاء انما تمشی بثلاث قوائم، حتی لو کانت تضع الرابعة علی الارض وتستعین بها جاز‘‘ (رد المحتار: ۴۶۸/۹)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 64/74 شمارہ نمبر 21 مورخہ ۲۵/ذی قعدہ ۱۴۴۵ھ مطابق ۳رجون ۲۰۲۴ء روز سوموار

ووٹنگ کے اعداد وشمار

انتخاب کے زمانے میں بہت سارے معاملات ومسائل بشمول افسران کے تبادلے وغیرہ میں انتخابی کمیشن کا دائرہ کار کافی بڑھ جاتا ہے، انتخابی ضابطۂ اخلاقیات کے نام پر وہ بہت کچھ کرتا ہے، وہ ایک آزاد آئینی ادارہ ہے اور انتخاب میں شفافیت کے لیے انتخابی کمیشن کا غیر جانبدار رہنا انتہائی ضروری ہے، اگر الیکشن کمیشن حکمراں طبقے کے دباؤ اور جبر میں فیصلے لینے لگے تو ظاہر ہے انتخاب صاف ستھرے ماحول میں نہیں ہو سکے گا، انتخابی کمیشن کو سرگرم، فعال، غیر جانبدار اور صحیح ڈھنگ سے انتخاب کرانے کے لیے ٹی، این شیشن کا نام آج بھی عزت ووقار کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

لیکن موجودہ الیکشن کمیشن کا رویہ مشکوک سا ہے، وہ غیر جانبدار ہونے کے بجائے حکومت کا طرفدار ہو گیا ہے، عدالت میں جب بھی کوئی مقدمہ انتخاب کے حوالہ سے کیا جاتا ہے تو الیکشن کمیشن مودی حکومت کے ساتھ کھڑا نظر آتا ہے، ابھی حال ہی میں ای وی ایم پر سوالات اٹھے، اور اطمینان کے لیے وی وی پی اے ٹی (Voter Verified audit trail) سے میچنگ کے لیے عرضی داخل کی گئی تو الیکشن کمیشن نے عدالت میں حکومت کے موقف کی ترجمانی کی کہ نہ تو بیلیٹ پیپر کو واپس لایا جا سکتا ہے اور نہ ہی وی وی پی اے ٹی سے ملان اور میچنگ کرانے کا حکم دیا جا سکتا ہے۔ایک عرضی اس لئے لیے بھی داخل کی گئی کہ الیکشن کمیشن انتخاب کے دن اور اس کے بعد جو اعداد وشمار جاری کرتا ہے اس میں بڑا فرق ہوتا ہے، آخر اس فرق کی وجہ کیا ہے، جب ساری مشنری الیکشن کمیشن کے ساتھ کام کر رہی ہوتی ہے تو پہلے ہی دن صحیح اعداد وشمار کیوں نہیں جاری کیے جاتے، یہ عرضی عدالت میں ایسوسی ایشن فار ڈیموکریٹک ریفارمز (ADR) اور کامن کاز نامی تنظیموں نے جاری کیا تھا، لیکن عدالت میں الیکشن کمیشن نے کہا کہ فارم 17C کی بنیاد پر الیکشن کمیشن مصدقہ ووٹنگ فی صد جاری کرنے کا پابند نہیں ہے۔17C فارم میں انتخابات کی ساری تفصیل ہوتی ہے، مثلاً ای وی ایم مشینوں کے شناختی نمبر، رجسٹرڈ ووٹر کی کل تعداد، ووٹ ڈالنے والے کی تعداد اور ان لوگوں کی تعداد جنہوں نے رجسٹر پر دستخط کرنے کے بعد ووٹ نہ دینے کا فیصلہ کیا ہو۔

الیکشن کمیشن یہ فارم لوگوں میں عام نہیں کرنا چاہتی، اس کا کہنا ہے کہ اس فارم کو لوڈ کرنے پر چھیڑ چھاڑ کا امکان ہے، ان تمام مقدمات اور عدالت کے فیصلوں کے باوجود یہ سوال اپنی جگہ ہے کہ انتخاب کے دن کے بعد اعداد وشمار میں اضافہ کس طرح ہوتا ہے اور کیوں کر ہوتا ہے یہ اس سوال کا صحیح جواب نہیں ملنے تک لوگوں کے شکوک وشبہات بڑھتے رہیں گے کہ کہیں الیکشن کمیشن نے کوئی میکانزم تو ایسا نہیں تیار کر لیا ہے جو دو دن کے بعد الیکشن کمیشن کے ذریعہ پیش کرنے والے اعداد وشمار کو کسی خاص پارٹی کے حق میں تبدیل کر دیتا ہے۔اور چونکہ وی وی پی اے ٹی سے جانچ کرنے میں یہ قلعی کھل سکتی ہے، اس لیے اس سے ملان کرانے سے انکار کر دیا ہے۔

الیکشن کمیشن کا فارم نمبر 17C پر درج معلومات کو عام نہ کرنے سے شبہات جنم لیتے ہیں، اس لیے کہ کنڈکٹ آف الیکشن رولز کی دفعہ 93 لوگوں کو انتخابی کاغذات کا معائنہ کرنے اور اس کی کاپیاں طلب کرنے کا حق دیتا ہے، فارم 17C بھی ان کاغذات میں سے ایک ہے، پھر اسے کیوں عام نہیں کیا جا سکتا، اس ملک میں ایک قانون فراہمی اطلاعات (RTI) کا بھی ہے، جس کے ذریعہ معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں تو کیا الیکشن کمشنر اپنے کو ان قوانین سے بالاتر سمجھنے لگا ہے، کیوں کہ وہ حکومت کی مشنری کے طور پر کام کر رہا ہے۔

بُوفے سسٹم

مغربی تہذیب نے مشرق کو جو چیزیں سپلائی کی ہیں، ان میں ایک کھڑے کھڑے کھانے کا طریقہ بھی ہے، ہر کاؤنٹر پر جا کر پلیٹ بڑھایئے، بیرا ایک دو چمچ، کھانا سالن، سبزی، ترکاری، روٹی ڈالتا جائے گا، سب لے کر ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ٹیبل کرسی لگی ہوئی ہو اور آپ اس پر بیٹھ کر کھائیں، یہ طریقہ بوفے سسٹم کا نصف ہے، پورا بوفے اس وقت ہوتا ہے جب بیٹھ کر کھانے کا کوئی موقع نہ ہو اور جانوروں کی طرح پلیٹ سے لے لے کر چرتے چُگتے جایئے، تہذیب جدید نے اس غیر مہذب طریقۂ طعام کو رائج کیا ہے اور ہاتھ میں پلیٹ لے کر فقیر بنا دیا ہے، ان دنوں تقریبات میں کھانا پینا اسی طرح چلتا ہے، اس تہذیب نے اسلام میں کھانے کا جو سنت طریقہ ہے، اسے کالعدم ہی نہیں نسیاً منسیاً کر دیا ہے، دسترخوان پر کھانا لگانے کی روایت تقریبات میں اب لوگ بھولتے جا رہے ہیں، کچھ مجبوریاں بھی ہیں، پہلے تقریبات میں لوگوں کی شرکت خدمت کے جذبے سے ہوتی تھی، لوگ دسترخوان بچھانے، کھانا لگانے، جوٹھی رکابیاں اٹھانے، بلکہ اسے دھونے تک کو عار نہیں سمجھا کرتے تھے، اتنی بڑی تعداد میں لوگ مدعو بھی نہیں ہوتے تھے، جتنے اب ہونے لگے ہیں، سیاسی لوگوں کے یہاں تو پورے اسمبلی اور پارلیمنٹری حلقہ کے لوگوں کی عام دعوت ہوتی ہے، لوگ صرف کھانے آتے ہیں، آپ کے یہاں بارات آئی یا نہیں، نکاح ہوا یا نہیں، اس سے کوئی مطلب نہیں ہوتا، آئے، کھایا، ہاتھ دھویا نہیں، ٹیشو پیپر (کاغذی رومال) سے پوچھا اور چلتے بنے، جہاں، دان دکھنا، سلامی اور نیوتہ دینے کی روایت ہے، وہاں لفافہ تھما دیا اور کام ختم ہو گیا، مرد وعورت دونوں کا یہی حال ہے، عورتیں آرائش وزیبائش میں مقابلے کے جذبے سے بن سنور کر آتی ہیں، کپڑے تبدیل کرنے کا بھی مقابلہ ہوتا ہے، ایسے میں اگر وہ عورتوں کو کھلانے میں لگ گئیں تو ان کا میک اپ تباہ ہو کر رہ جائے گا، جب لپ اسٹک کی لائنوں کو بچانے کے لیے "پاپا" کی جگہ "ڈیڈی" کہا جانے لگا ہو، ایسے میں خدمت کون کرتا ہے، مردوں میں بھی اب بننے سنورنے کا رواج عام ہے، اسی لئے اب "لیڈیز بیوٹی پارلر" کے ساتھ شہروں میں "جنٹس بیوٹی پارلر" کا پیشہ بھی عروج پر ہے، ایسے میں تقریب کرنے والوں کو ریڈی میڈ پلیٹ دے کر اپنی مرضی سے پکے ہوئے کھانے کاؤنٹر سے لے لینے اور چلتے پھرتے کھانا کھلا دینے میں عافیت محسوس ہوتی ہے، ہزاروں لوگ کھا کر جلدی نمٹ جاتے ہیں اور گھر والا چین کی سانس لیتا ہے، کھانا کھلانے کا یہ طریقہ ان دنوں مغربی ملکوں کے ساتھ مسلم ممالک میں بھی رواج پا رہا ہے اور اسلامی تہذیب واقدار کا جنازہ نکلتا جا رہا ہے۔اس کے علاوہ اس طرح کھانے کا بڑا نقصان کھانے کی بربادی ہے، جو مالدار ممالک ہیں، ان کے یہاں یہ بربادی زیادہ ہے، غریب ملکوں میں کم ہے، کھانے کی اس بربادی میں امریکہ سب سے آگے ہے اور اس کے بعد عرب ملکوں کا نمبر آتا ہے، ان کے یہاں بیٹھا کر کھلانے کی شکل میں بھی اتنا کھانا پلیٹ میں ڈال دیا جاتا ہے کہ اسے بچنا ہی ہے اور بچا ہوا کھانا پھینکا ہی جائے گا، دوسرا کوئی کھا نہیں سکتا، یہ عمل اللہ تعالی کی طرف سے دی گئی نعمت کو برباد کرنے جیسا ہے، اور نعمت کی ناقدری زوال نعمت کا سبب ہوا کرتی ہے۔

اس معاملے کا بڑا خطرناک پہلو یہ ہے کہ جو کھانا پھینک دیا جاتا ہے وہ سڑ کر ماحول میں تعفن اور بدبو پیدا کر کے فضائی آلودگی کا سبب بنتا ہے، اس کا بڑا منفی اثر زمین، پانی، انسان، چرند وپرند شجر وحجر تک پر پڑتا ہے اور اس کی وجہ سے بہت سی بیماریاں ہی پیدا نہیں ہوتیں، پورا ماحول متاثر ہو جاتا ہے، ایک اندازے کے مطابق ۱۰۳ء ارب ٹن کھانا ہر سال برباد ہوتا ہے، اور فضائی آلودگی پیدا کرتا ہے، حالانکہ اس دنیا میں ایک سروے کے مطابق نوے ارب لوگ وہ ہیں، جنہیں غذائی اجناس کی قلت کا سامنا ہے، اور تقریباً ۸۲ کروڑ لوگوں کو شکم سیر ہو کر کھانے کو نہیں مل رہا ہے، ایسے میں پوری دنیا میں تیار شدہ کھانے کا ایک تہائی حصہ برباد ہو جاتا ہے، اور کھانے کی بربادی کا مطلب صرف غذائی اجناس کی بربادی نہیں بلکہ یہ پیسوں، روپے، پانی، توانائی، زمین وغیرہ کی بھی بربادی ہے، اس سے پورا ماحول خراب ہوتا ہے، یہ کچرے کے ڈھیر میں سڑ کر میتھن گیس پیدا کرتا ہے، برباد ہوئے کھانے سے گرین ہاؤس گیس بھی پیدا ہوتا ہے، جو پورے ماحول کو زہریلا بنانے کا کام کرتا ہے، دنیا کے تمام ممالک اس صورتحال سے پریشان ہیں، ابھی حال ہی میں دو سو ملکوں کی کانفرنس اس حوالے سے ریڈی میڈ میں ہوئی تھی، مگر کسی نتیجے پر پہنچے بغیر ختم ہو گئی، اس کا صاف مطلب ہے کہ فکرمند سب ہیں، لیکن عملی اقدام کا حوصلہ ان کے اندر نہیں ہے، بلی کے گلے میں گھنٹی باندھنا چوہوں کی حفاظت کے لیے ضروری ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ گلے میں گھنٹی کون باندھے؟

یہ حوصلہ صرف اسلام کے پاس ہے کہ وہ ہر قسم کی فضائی آلودگی سے دنیا کو بچا سکتا ہے، وہ صفائی کو ایمان کا جزو قرار دیتا ہے، کوڑے کچڑے کو ٹھکانے لگانے کا بھی اس کے یہاں ایک نظام ہے، کھانے کے سلسلے میں اس کے یہاں دسترخوان بچھا کر کھانے کا تصور ہے اور دسترخوان پر کوئی دانہ گر جائے تو اسے چن کر کھا لینے کی بات کہی گئی ہے، نہیں معلوم کہ کس دانے میں کیا برکت ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو بادشاہوں کی دعوت میں بھی دسترخوان پر گرے دانوں کو چن کر کھا جاتے تھے اور اگر کوئی ٹوکتا تو کہہ دیتے کہ ہم ان بیوقوفوں کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو چھوڑ نہیں سکتے، ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے کھانے میں چیونٹی اور جانوروں کا بھی حصہ ہے، ہمارے یہاں دسترخوان سے جو چیزیں پھینکی جاتی ہیں، ان میں سے ہڈی کتوں کی خوراک بن جاتی ہے، گوشت کے جو ٹکڑے چبائے نہیں جا سکے وہ بلی کے کھانے کے کام آ جاتا ہے، اگر روٹی کا ٹکڑا دسترخوان سے چن کر نہیں کھایا گیا اور وہ باہر جھاڑ دیا گیا تو پرندوں نے کھا لیا، اور روٹی کے بُرادے چیونٹیوں کے کام آ گئے، کچھ بھی کچڑا میں نہیں گیا کہ اس کی سرانڈ سے فضائی آلودگی کا مسئلہ سامنے آئے، اس لیے غیر مہذب بوفے سسٹم کو ختم کر کے کھانا کھانے اور کھلانے میں اسلامی طریقوں کو رواج دینا چاہیے، دشواریاں ہیں اور یقیناً ہیں؛ لیکن سنت پر عمل کے جذبے سے ہم اٹھیں گے تو اللہ کی نصرت اور مدد آئے گی اور پریشانیاں دور ہوں گی، صرف دشواری دشواری کی رٹ لگانے سے کچھ نہیں ہوگا، اس طرح کھانا کھلانے میں غذائی اجناس اور پکے ہوئے کھانے کی بربادی سے بچا جا سکے گا اور اس بربادی کے نتیجے میں جو پریشانیاں ہماری زندگی کو برباد کرنے پر تلی ہوئی ہیں، ہم اس سے محفوظ رہ سکیں گے۔

آگ برساتا سورج

گذشتہ چند دنوں سے پورے ہندوستان میں تیز گرم لہر چل رہی ہے، سورج آگ برسا رہا ہے اور گرمی سے آلودہ ہوائیں مسموم ہو کر انسانوں کو لو کے تھپیڑوں سے جھلسا رہی ہیں، کے کے پاٹھک کی آمریت کی وجہ کر بہار میں 389 بچے بے ہوش ہو چکے ہیں، بیس ہزار سے زائد لوگ دھوپ کی تمازت سے بیمار ہیں، بعد از خرابی بسیار وزیر اعلیٰ نتیش کمار نے تمام ضلع حکام کو سرکاری اور غیر سرکاری تعلیمی اداروں کو آٹھ جون تک بند کرنے کا حکم دیدیا ہے، لیکن کے کے پاٹھک یہاں بھی آڑے آ گیے، اور انہوں نے اساتذہ کو اسکول آنے، وقت پر جانے اور حسب سابق سیلفی بھیجنے کے عمل کو جاری رکھا ہے، گویا اساتذہ اتنے سخت جان ہیں کہ ان پر لو کا کوئی اثر ہونے والا نہیں ہے، شاید محکمۂ تعلیم کو انتظار ہے کہ دس بیس اساتذہ اس دنیا کو لو لگنے سے خالی کریں، تب ان کو بھی چھٹی دی جائے گی، محکمہ تعلیم کی من مانی اور گورنر نیز حکومت بہار کے حکم کی اندیکھی ان کے معمول کا حصہ بن گیا ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ گورنر اور حکومت بہار لال فیتہ شاہی کے مقابلے بے دست وپا ہے، اور نتیش حکومت اس قدر کمزور اور بے بس ہے کہ وہ کے کے پاٹھک کا تبادلہ نہیں کر پا رہی ہے، جب کہ دونوں جگہ بی جے پی حکومت میں ہے اور انتخابی ضابطۂ اخلاق لاگو ہونے کے باوجود ان کا تبادلہ اجازت کے بعد ہو سکتا ہے۔

گرمی کی صورت حال یہ ہے کہ اب تک گذشتہ سارے رکارڈ ٹوٹ گیے ہیں، بہار کے پندرہ شہروں میں درجۂ حرارت اڑتالیس ڈگری سے باون اور چون ڈگری تک پہونچ گیا ہے، کولر اور اے سی میں بیٹھ کر کام کرنے والوں کو بھی گرمی کی شکایت ہو رہی ہے، ہم جیسے لوگ جنہیں نہ اے سی کی سہولت ہے اور نہ کولر کی اس کا اس گرمی میں کیا حال ہوگا، آپ سوچ سکتے ہیں، گرمی کی وجہ سے بہار کے چوبیس اضلاع میں پانی ایک سو نو فٹ تک نیچے چلا گیا ہے اور لوگوں کو پینے کے پانی کی قلت کا سامنا ہے۔

ان حالات میں ضرت احتیاط کی ہے، پہلی احتیاط تو یہی ہے کہ بغیر شدید ضرورت کے گھر سے باہر نہ نکلیں، پانی کثرت سے پیئیں اور جسم میں پانی کی مقدار کم نہ ہونے دیں، سوتی کپڑے ہلکے رنگ کے پہنیں، دھوپ کے چشمے اور ٹوپی کا استعمال کریں، کھانے میں تازہ پھل، سلاد، کھیرا، ککڑی، تربوزہ وغیرہ استعمال کریں۔اپنے بچوں پر بھی نگاہ رکھیں۔ہونی کو ٹالا تو نہیں جا سکتا، لیکن "ہونی" کا علم ہمیں نہیں دیا گیا ہے، اس لیے احتیاط ہماری ذمہ داری ہے، تپش کے اس موسم میں جہنم کی آگ اور اس کی تمازت کو بھی دھیان میں رکھیں، تو یہ گرمی کی شدت ہمارے اصلاح اعمال کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ

✍: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا کاکا سعید عمری

جامعہ دارالسلام عمر آباد کے معتمد عمومی، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے نائب صدر، فکری اعتدال کے علم بردار، رکن تاسیسی آل انڈیا ملی کونسل و اسلامک فقہ اکیڈمی، رکن الاتحاد العالمی لعلماء المسلمین دوحہ قطر، صدر مرکزی جمعیت ابناء قدیم جامعہ دارالسلام عمر آباد اور مختلف اداروں کے سرپرست مولانا کاکا سعید عمری کا طویل علالت کے بعد ۱۱؍مئی ۲۰۲۴ء سہ پہر ڈھائی بجے دن عمر آباد (تامل ناڈو) میں انتقال ہوگیا، جنازہ ان کے صاحب زادہ کاکا انیس عمری نے پڑھائی اور عمر آباد میں تدفین عمل میں آئی۔

مولانا کاکا سعید احمد عمری بن خان بہادر کاکا محمد اسماعیل بن کاکا محمد عمر (اول) کی ولادت ۱۲؍اکتوبر ۱۹۲۶ء کو عمر آباد تامل ناڈو میں ہوئی، ان کی والدہ کی خواہش پر ان کا داخلہ جامعہ دارالسلام عمر آباد میں کرایا گیا، والدہ حج پر جا رہی تھیں تو انہوں نے لواحقین کو تلقین کی تھی کہ ان کا داخلہ جامعہ دارالسلام میں کرایا جائے، ان کی خواہش کی تکمیل کی گئی، چنانچہ انہوں نے اپنی تعلیم ۱۹۵۶ء میں یہیں سے مکمل کی اور سند پائی، اپنے والد کے انتقال کے بعد انہوں نے اپنے بڑے بھائی کاکا محمد عمر (ثانی) کے ساتھ شریک معتمد کی حیثیت سے جامعہ کو تعلیمی، تعمیراتی ہر اعتبار سے ترقی کے منازل طے کرائے، بھائی کاکا محمد عمر (ثانی) کے انتقال کے بعد وہ جامعہ دارالسلام کے معتمد عمومی بنے اس وقت ان کی عمر صرف بائیس سال تھی اور سال ۱۹۹۸ء کا تھا، یعنی فراغت کے صرف دو سال بعد انہوں نے اپنے بھائی کے ساتھ شریک معتمد کی حیثیت سے کام کا آغاز کیا تھا، ۱۹۸۸ء میں اور اپنے پیش رو کے طرز عمل اور نہج پر مسلسل جامعہ کو آگے بڑھاتے رہے، مسلکی تشدد کے دور میں، انہوں نے فکری اعتدال کے ساتھ اختلاف کی سرحدوں کو پہچاننے اور فروعی مسائل پر جھگڑا نہ کرنے اور مل جل کر ملی اتحاد کے لیے کام کرنے کا بیڑا اٹھایا، اس فکر کا غلبہ اس قدر تھا کہ جامعہ دارالسلام کے ترجمان کا نام ہی ''راہ اعتدال'' رکھ دیا گیا، یہ صرف ایک نام ہی نہیں، جامعہ دارالسلام کے منتظمین، اساتذہ اور متعلقین کا مشن اور نصب العین ہے۔

کاکا سعید عمریؒ نے اپنے دور میں جامعہ دارالسلام کو صرف تعلیمی مرکز کے طور پر عروج نہیں بخشا، بلکہ انہوں نے اپنے ادارہ میں صنعتی تعلیم کا نظم بھی کیا، تاکہ طلبہ اپنی معاشی ضرورت کی تکمیل کے لیے صرف ملازمتوں پر انحصار نہ کریں، بلکہ ان کے ہاتھ میں ہنر بھی ہو، وہ اپنے کارخانے کھول سکیں، تجارت کے میدان میں آگے بڑھ سکیں، اس کے پیش نظر انہوں نے اپنے ادارہ میں کمپیوٹر اور چرم بانی ٹیکنیکل تعلیم کا بھی نظم کیا، انہوں نے اپنے عہد میں ''مسجد سلطان'' کے نام سے عظیم الشان مسجد، بہترین لائبریری اور ایک اسپتال بھی قائم کیا، ان کی شناخت اعتدال، توازن اور وسطیت کے علم بردار کی تھی، وہ معاملات، بحالی وغیرہ میں بھی مسلکی تشدد کو ختم کرنے کے نقطۂ نظر سے فیصلے لیا کرتے تھے، اس وجہ سے انہوں نے ''مسجد سلطان'' کی امامت ایک حنفی عالم کے سپرد کی اور اپنے والد کی روایت کے تسلسل کو برقرار رکھا، ان کے والد نے جامعہ دارالسلام عمر آباد کا پہلا ناظم تعلیمات ایک حنفی عالم کو بنایا تھا، جن کا نام مولانا فضل اللہ تھا، حالاں کہ وہ خود حنفی نہیں تھے۔

کاکا سعید عمری کی بہت ساری خوبیوں میں ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ تواضع، انکساری کے مرقع تھے، سادگی اور عاجزی ان کی فطرت کا حصہ تھی، ان کے اندر نام ونمود اور شہرت کی طلب نہیں تھی وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ نام ونمود، شہرت وریاکاری کے جذبہ سے کیا گیا کوئی بھی کام اللہ کے نزدیک مقبول نہیں اور اس کی کوئی قیمت نہیں ہوا کرتی، وہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے نائب صدر اور آل انڈیا ملی کونسل کے رکن تاسیسی تھے، وہاں بھی مجلسوں میں ان کا یہی حال رہتا، نہ اپنی رائے پر اڑتے اور نہ ہی اپنے مشورہ پر عمل کرنے پر زور دیتے، مشورے میں جو بات طے ہو جاتی اس کی تنفیذ کے لیے اپنی استطاعت بھر کام بھی کرتے، کاکا سعید عمری کا تعلق مالدار گھرانے سے تھا، چمڑے کی تجارت ان کے یہاں پہلے بھی ہوتی تھی، اب بھی ہوا کرتی ہے، لیکن دولت کی ریل پیل اور سماجی اسٹیٹس کے باوجود کبر وغرور ان کو چھو کر نہیں گیا تھا۔

کاکا سعید اسلامک فقہ اکیڈمی کے رکن تاسیسی تھے، وہ قاضی مجاہد الاسلام قاسمی کے علم اور صلاحیت کے مداح اور قدرداں تھے، اتحاد امت کے لیے قاضی صاحب کی کوششوں کو سراہتے تھے، اور ممکنہ تدبیروں کو بروئے کار لایا کرتے تھے، اسی مزاجی ہم آہنگی کی وجہ سے انہوں نے اسلامک فقہ اکیڈمی کا سمینار بھی اپنے یہاں کرایا تھا، جس میں میری شرکت بھی ہوئی تھی۔

اس سمینار میں شرکت کے پہلے سے میری ملاقات ان سے تھی، کام کے تین میدان ہم دونوں کے مشترک تھے، اسلامک فقہ اکیڈمی کے چوتھے سمینار سے میں مقالہ لکھتا ہوں اور شریک ہوتا ہوں، کاکا سعید عمری کی شرکت بھی وہاں ہوا کرتی تھی، ملاقات کا ایک موقع یہ تھا، دوسرا، تیسرا میدان آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا تھا، جہاں وہ نائب صدر کی حیثیت سے تشریف فرما ہوتے اور میں رکن تاسیسی کے اعتبار سے، آل انڈیا ملی کونسل میں ہم دونوں رکن تاسیسی تھے، یہ ملاقات ایک بڑے اور چھوٹے کی ملاقات ہوتی تھی اور میں ان کے مقام ومرتبہ کو پہچانتے ہوئے کبھی ان سے گھل مل کر بات کرنے کی کوشش نہیں کی، پھر بھی مولانا کی خورد نوازی کی میرے دل میں بڑی قدر ومنزلت ہے۔

مولانا کی وفات سے کئی محاذ پر کمی محسوس کی جائے گی، جامعہ دارالسلام، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، آل انڈیا ملی کونسل اور بہت سارے ادارے جن کی وہ رہنمائی اور سرپرستی کیا کرتے تھے، آج اپنے کو یتیم محسوس کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ مولانا کی مغفرت، پس ماندگان کو صبر جمیل اور اداروں کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین یارب العالمین

کتابوں کی دنیا

✍: ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

تابنده نقوش

حضرت مولانا بدر الحسن قاسمی، سابق استاذ دار العلوم دیوبند و سابق مدیر الداعی درجنوں اداروں، تنظیموں کے ذمہ دار اور رکن، حال مقیم کویت کا شمار علمی، ادبی اور فقہی شخصیات میں ہوتا ہے، اللہ رب العزت نے انہیں، عربی، اردو زبان وادب پر تقریری وتحریری قدرت دی ہے، فقہ پر ان کی نظر گہری ہے اور اس موضوع پر بھی ان کے مقالات مطبوعہ شکل میں موجود ہیں، انہوں نے اپنے تجربات ومشاہدات کو بھی قلم بند کیا ہے، جو مطبوع اور مقبول ہے، بیٹے ماں اور شریک حیات کی جدائی پر ان کی کتاب ''اشکوں سے بھرا دامن زخموں سے بھرا سینہ'' قارئین کی آنکھوں میں اشکوں کی برسات لے آتی ہے، اور دل وہ ٹیس محسوس کرتا ہے جو زخموں سے بھرنے کی صورت میں فطری طور پر پیدا ہوتی ہے، تحریر میں جو اثر ہے، وہ قارئین کو اثر انگیز کرکے اثر پذیر کر دیتا ہے، ان کی کتاب ''چند نامور علماء'' بھی خاصے کی چیز ہے، اس تمہید کا حاصل یہ ہے کہ فقہ کے ساتھ مولانا کو شخصیات، خاکے، سوانحی خاکے اور تعزیتی نوٹس لکھنے میں خاصی مہارت حاصل ہے اور قارئین کو ان کتابوں سے بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے ان میں عبرت وموعظت کے بھی بڑے سامان ہیں، جیسے قرآن کریم میں ''لعبرة لاولی الابصار اور لعلهم يتفكرون'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

''تابندہ نقوش'' حضرت مولانا دامت برکاتہم کی تازہ تصنیف ہے، جس میں کم وبیش نوے شخصیات پر قلم اٹھایا گیا ہے، کم وبیش اس لیے کہ بعض حضرات پر دو، تین قسطوں میں بھی بات رکھی گئی ہے، ان شخصیات میں زیادہ تر ہندوستانی علماء، مشائخ، محدثین، مفکرین اور دیگر حضرات ہیں، بیرون ملک کے جن علماء اور فقہاء پر مولانا نے قلم اٹھایا ہے، ان میں زیادہ تر فقہ وفتاویٰ کی عالمی شخصیات ہیں، وہ ہم جیسے ہندوستانی علماء کے لئے تو دریافت کی حیثیت رکھتا ہے، اور ہماری معلومات میں بیش بہا اضافہ کرتا ہے، ان مضامین کی درجہ بندی کی جائے تو ان میں سوانحی خاکے، خاکے اور وفیات پر تاثراتی نوٹس ہیں، سوانحی خاکوں میں ذاتی تاثرات بھی ہیں، اور سوانحی احوال وکوائف بھی، جو خاکے ہیں ان میں سوانحی مواد کم تر ہے، تاثرات اور تعلقات کی روداد کا عنصر زیادہ ہے، تعزیتی نوٹس وفیات پر گو اس کتاب میں کم ہیں، لیکن ہیں، ان میں سوانحی مواد غائب، تاثرات کم تر اور تعلقات کا ذکر بھی ضمناً مذکور ہے، آخر الذکر قسم کے مضامین میں قاری تشنگی محسوس کرتا ہے اور اسے لگتا ہے کہ کاش مرنے والے پر کچھ اور لکھا جاتا، عبد القادر شمس، کلیم الدین سلطان پوری، قاری امیر حسن وغیرہ کو پڑھتے وقت یہ احساس کچھ زیادہ گہرا ہو جاتا ہے۔

حضرت مولانا بہت مشغول ومصروف رہتے ہیں، یہ مضامین انہوں نے کیف ما اتفق جمع کر دیا ہے، ان میں کوئی ترتیب ملحوظ نہیں ہے، نہ تاریخ ولادت کی، نہ تاریخ وفات کی اور نہ ہی حرف تہجی کی، یقیناً حضرت مولانا کا مقام ومرتبہ وہ ہے کہ جس طرح ترتیب دیدیں وہی رَوِش بن جائے، اور جہاں کھڑے ہو جائیں وہیں سے صف شروع ہو جائے، لیکن علمی دنیا میں جو کتابیں عموماً ترتیب دی جاتی ہیں ان میں یہ تین طریقے ہی رائج ہیں، ایسا ممکن ہے کہ مولانا کے ذہن میں شخصیات کی عبقریت وعظمت کے حوالے سے کوئی ترتیب ہو، جسے اصطلاح میں معہود ذہنی کہتے ہیں، لیکن قاری کے لیے حضرت مولانا کے معہود ذہنی تک پہونچنا آسان نہیں ہے۔

ظاہر ہے ہر مصنف کو اس کا حق ہے کہ وہ اپنے طریقے سے کتاب ترتیب دے، وہ جو کچھ پیش کرتا ہے، وہ اپنے مطالعہ اور مشاہدہ پر مبنی ہوتا ہے، دوسرے کے علم سے مصنف استفادہ کر سکتا ہے، لیکن ضروری نہیں کہ وہ اس کی فکر وسوچ کا حصہ بن جائے، دار العلوم کے قضیہ نامرضیہ اور ان سے جڑی شخصیات پر جو تبصرے ہیں، ظاہر ہے وہ سب بالکل حرف بحرف صحیح نہیں ہیں، جیسا لکھا گیا ہے، ان میں یقیناً مولانا کے مطالعہ ومشاہدہ کا بڑا دخل ہے، لیکن بعض مندرجات صرف ''شنیدہ'' پر مبنی معلوم ہوتے ہیں۔ طالب علمانہ ''دیدہ'' ان حقائق سے کہیں کہیں میل نہیں کھاتے۔

کتاب کا پیش لفظ خود مولانا کے قلم سے ہے، جس میں انہوں نے ان مضامین کے شان ورود کا ذکر کیا ہے، کتاب کی بڑی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مولانا نے بڑے لوگوں کی جو علمی غلطیاں رہی ہیں، ان پر لکھے گئے مضامین، نیز اسکو کتاب کے آخر میں بہتر اور تحقیقی انداز میں آشکارا کیا ہے، مولانا کا واضح موقف ہے کہ ''اذكروا محاسن موتاكم'' کی معنویت اپنی جگہ، لیکن جن افکار وخیالات سے ملت کو نقصان پہونچنے اور گمرہی کا خطرہ ہو، اسے مرنے کے بعد بھی طشت از بام کرنا چاہیے تاکہ امت ان کے غلط خیالات ونظریات سے محفوظ ومامون رہ سکے، کتاب کے آخر میں مختصر سوانحی خاکہ بھی ہے، جس سے مولانا کی متنوع خدمات اور ملی، تعلیمی وتنظیمی امور میں بحیثیت عہدیدار اور ارکان ان کی سرگرمیوں سے ہماری واقفیت ہوتی ہے۔ کتاب کے ایک فلیپ پر مولانا عبد الباسط ندوی نے مختصر میں مولانا اور ان کی تحریروں کی خصوصیات کا ذکر کیا ہے، دوسرے فلیپ پر اسی کتاب سے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی جدید علم کلام کی خصوصیات پر روشنی ڈالی گئی ہے، سرورق سادگی اور پُرکاری کا عمدہ نمونہ ہے، پانچ سو بانوے (592) صفحات پر مشتمل کتاب کی قیمت پانچ سو بانوے انتہائی مناسب ہے، کمپوزنگ انظار الحق قاسمی اور یار علی کی، طباعت عالم پرنٹرس اینڈ پبلیشر نے کی ہے اور ناشر المعہد العالی امارت شرعیہ ہے، ملنے کے پتے نصف درجن سے زائد درج ہیں، زیادہ چکر نہ لگانا پڑے اس کے لیے آسان سی بات ہے کہ المعہد العالی ہی سے منگوا لیجئے۔ نور اردو لائبریری حسن پور گنگھٹی، بکساما، ویشالی 844122 بھی کتاب کے حصول میں آپ کی مدد کر سکتی ہے۔

Scanned with CamScanner

حکایات اهل دل

مولانا رضوان احمد ندوی

عشق ومحبت کے چند بکھرے موتی

☆ جب نبی علیہ السلام مرض الوفات کی حالت میں تھے تو حضرت ابوبکرؓ نماز کی امامت کرتے تھے، ایک مرتبہ نماز پڑھا رہے تھے کہ نبی علیہ السلام تشریف لائے تو حضرت ابوبکرؓ فوراً پیچھے ہٹے، نماز سے فراغت پر نبی علیہ السلام نے فرمایا: ''ابوبکرؓ میں خود تمہیں حکم کر چکا تھا تو تم کو اپنی جگہ کھڑے رہنے سے کون سی چیز مانع تھی، عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابوقحافہ کا بیٹا اس لائق نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے بڑھ کر نماز پڑھائے۔

☆ جب نبی علیہ السلام نے دنیا سے پردہ فرمالیا تو صحابہ کرامؓ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی ہاتھ میں تلوار لے کر کھڑے ہوگئے کہ جس نے کہا نبی علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں، اس کا سر قلم کردوں گا، جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو پتہ چلا تو آپ رضی اللہ عنہ تشریف لائے، بخاری شریف میں ہے: ''فجاء ابوبکر و کشف عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقبلہ قال بابی انت و امی طبت حیا و میتا'' (پس ابوبکرؓ آئے اور نبی علیہ السلام کے چہرے سے چادر ہٹا کر پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا آپ پر میرے ماں باپ قربان، آپ نے زندگی بھی پاکیزہ گزاری اور پاکیزگی سے ہی خالق کو جاملے)۔ سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بعض قرائن سے پتہ چل چکا تھا کہ اب محبوب سے جدائی ہونے والی ہے اس لیے جب سورۃ النصر نازل ہوئی تو صحابہ کرام خوش ہوئے، مگر عاشق زار ابوبکر صدیقؓ دل گرفتہ ہوکر مسجد کے کونے میں رونے بیٹھ گئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا کہ لوگ فوج در فوج داخل ہونگے تو یہ پیغام خوشی کا ہے۔ فرمایا: ہاں لیکن جب کام مکمل ہوگیا تو محبوب صلی للہ علیہ وسلم بھی تو اپنے محبوب حقیقی سے جاملے گا میں جدائی کے تصور سے بیٹھا رو رہا ہوں۔

☆ جب فتح مکہ کے دن حضرت ابوبکر صدیقؓ کے والد حضرت ابوقحافہ ایمان لائے تو نبی علیہ السلام نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اس پر عاشق صادق نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ ان کے اسلام کی نسبت مجھے آپ کے چچا ابوطالب کے اسلام لانے کی خوشی زیادہ ہوتی۔ (الاصابہ)

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اتنا کمال حاصل کر چکے تھے کہ اب ان کو اپنے محبوب کی شان میں ذرا سی گستاخی بھی برداشت نہ تھی۔ چنانچہ ایمان لانے سے پہلے ایک مرتبہ ان کے والد نے نبی علیہ السلام کی شان میں کوئی نازیبا بات کہہ دی تو حضرت ابوبکرؓ نے ایک زوردار تھپڑ رسید کیا۔ ایک مرتبہ ابوجہل نے نبی علیہ السلام کی شان میں کوئی گستاخی کی تو ابوبکرؓ شیر کی طرح اس پر جھپٹے اور فرمایا تو دفع ہوجا اور جا کر لات ومنات کی شرمگاہ کو چاٹ'' یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ عشق مصلحت اندیش نہیں ہوا کرتا۔

☆ جب نبی علیہ السلام نے پردہ فرمالیا تو اطراف مدینہ کے بعض قبائل دین اسلام سے پھر گئے، سیاسی حالات نے سنگینی اختیار کرلی، اکثر صحابہ کی رائے تھی کہ لشکر اسامہ کو واپس بلا لیا جائے، جس کو نبی علیہ السلام قیصر روم کے مقابلے میں روانہ کرچکے تھے، لیکن حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ''قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اس لشکر کو واپس کرے جسے اللہ کے محبوب صلی للہ علیہ وسلم نے آگے بھیجا میں اس لشکر کو واپس ہرگز نہیں بلاؤں گا، اگرچہ مجھے یقین ہو کہ کتے ہماری ٹانگیں کھینچ کر لے جائیں گے'' عشق کا فیصلہ عقل کے فیصلے سے متصادم تھا، لیکن دنیا نے دیکھا کہ خیر اسی میں تھی سازشیں خود بخود دم توڑ گئیں، دشمنوں کے حوصلے پست ہوگئے سیاسی حالات کی کایا پلٹ گئی، عشق ایک مرتبہ پھر جیت گیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی وفات سے چند گھنٹے پیشتر سیدہ حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ نبی علیہ السلام کی وفات کس دن ہوئی اور کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ مقصد یہ تھا کہ مجھے بھی یوم وفات اور کفن دفن میں نبی علیہ السلام کی موافقت نصیب ہو، حیات میں تو مشابہت تھی ہی سہی ممات میں بھی مشابہت مطلوب تھی۔

حضرت ابوبکرؓ نے وفات سے پہلے وصیت کی تھی کہ جب میرا جنازہ تیار ہوجائے تو روضہ اقدس کے دروازے پر لے جاکر رکھ دینا اگر دروازہ کھل جائے تو وہاں دفن کردیں ورنہ جنت البقیع میں دفن کرنا، چنانچہ جب آپ کا جنازہ دروازے پر رکھا گیا تو ''انشق القفل وفتح الباب'' (تالہ کھل گیا اور دروازہ بھی کھل گیا) اور ایک آواز سب صحابہ کرامؓ نے سنی کہا: ''ادخلوا الحبیب الی الحبیب'' (ایک دوست کو دوسرے دوست کی طرف لے آؤ) (عشق رسول: ۶۷ تا ۶۹) (شواہد النبوۃ)

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پہ | عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

حضرت عمرؓ اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چند انوکھے نمونے: سیدنا حضرت عمر فاروقؓ بہت شفاف اور نکھری ہوئی شخصیت کے مالک تھے، جب حالت کفر میں تھے تو نبی علیہ السلام کو شہید کرنے کی نیت سے گھر سے نکلے، جب ایمان قبول کرلیا تو بیت اللہ شریف کے قریب ہوکر اعلان کیا اے قریش مکہ اب مسلمان برسرعام نمازیں پڑھیں گے جو اپنی بیوی کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کروانا چاہے، وہ عمرؓ کے مقابلے میں آئے، آپؓ کے ایمان سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویت بخشی، ایک مرتبہ دل میں اشکال پیدا ہوا کہ نبی علیہ السلام مجھے اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حقیقت کو واضح فرمایا تو کہنے لگے کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں، پھر ساری زندگی اسی پر جمے رہے، اس پر جمے رہنے کی چند مثالیں حسب ذیل درج ہیں۔

(۱) فتح مکہ میں حضرت عباسؓ اپنے خچر پر سوار حضرت ابوسفیان بن حرب کو بٹھا کر لائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی میں نے ابوسفیان کو پناہ دی، حضرت عمرؓ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دشمن خدا نے آپ کو بہت ایذا پہنچائی، مجھے اجازت دیں کہ میں اس کا سر اڑادوں، حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ کی طرف متوجہ ہوکر کہا اے عمر اگر ابوسفیان قبیلہ بنوعدی میں سے ہوتے تو آپ ایسا نہ کہتے، جواب میں حضرت عمرؓ نے کہا اے عباسؓ جس دن آپ اسلام لائے تو آپ کا ایمان لانا مجھے اپنے والد خطاب کے ایمان لانے سے زیادہ محبوب تھا، اس لئے کہ آپ کے ایمان لانے سے نبی علیہ السلام کو خوشی ہوئی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ اپنے آقا کی خوشی کو ہر چیز پر ترجیح دیتے تھے۔ (بیہقی، بزاز، اصابہ)

(۲) نبی علیہ السلام کے سامنے ایک مرتبہ ایک یہودی کا مقدمہ پیش ہوا، یہودی چونکہ حق پر تھا، لہذا نبی علیہ السلام نے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا، منافق نے سوچا کہ حضرت عمرؓ یہودیوں پر سخت گیر ہیں ذرا ان سے بھی فیصلہ کروالیں، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام پہلے فیصلہ دے چکے ہیں اور یہ منافق اپنے حق میں فیصلہ کروانے کی نیت سے میرے پاس آیا ہے، آپ رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے ایک تلوار لائے اور منافق کی گردن اڑادی، پھر کہا جو نبی علیہ السلام کے فیصلے کو نہیں مانتا، عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ اسی طرح کرتا ہے۔ (تاریخ الخلفاء، ص: ۸۸)

(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا یقین ہوگیا تو انہوں نے یہ کلمات کہے: ''یارسول اللہ ابی انت وامی لقد کنت تخطبنا علی جذع النخلة فلما کثر الناس اتخذت منبرا لنسمعهم فحن الجذع لفراقک حتی جعلت یدک علیه فسکن فائتک اولیٰ بالحنین الیک نسافازقهما''
(یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، آپ کھجور کے ایک تنے کے ساتھ ہمیں خطبہ دیا کرتے تھے، جب لوگوں کی کثرت ہوئی تو آپ نے ایک منبر بنوایا تاکہ سب کو آواز پہنچا سکیں، آپ منبر پر رونق افروز ہوئے تو وہ درخت آپ کی جدائی پر رونے لگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا تو وہ چپ ہوا، جب ایک تنے کا آپ کی جدائی میں یہ حال ہوا تو آپ کی امت کو آپ کے فراق پر زیادہ نالہ وفریاد کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ (عظمت اسلام، ص: ۷)

(۴) حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت اسامہ بن زید کا وظیفہ ساڑھے تین ہزار اور اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کا تین ہزار مقرر کیا، ابن عمرؓ نے پوچھا کہ آپ نے اسامہ کو ترجیح کیوں دی، وہ کسی جنگ میں مجھ سے آگے نہیں رہے، حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اسامہ تمہاری نسبت نبی علیہ السلام کو زیادہ محبوب تھا اور اسامہ کا باپ تمہارے باپ کی نسبت نبی علیہ السلام کو زیادہ پیارے تھا، پس میں نے نبی علیہ السلام کے محبوب کو اپنے محبوب پر ترجیح دی۔ (ترمذی، کتاب المناقب بن حارثہ)

(۵) ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے شفاء بنت عبداللہ العدویہ کو بلا بھیجا وہ آئیں تو دیکھا کہ عاتکہ بنت اسید پہلے سے موجود تھیں، کچھ دیر بعد حضرت عمرؓ نے دونوں کو ایک ایک چادر دی، لیکن شفاء کی چادر کی کم قیمت تھی، انہوں نے کہا میں آپ کی چچازاد بہن ہوں، قدیم الاسلام ہوں، آپ نے مجھے خاص اسی مقصد کیلئے بلایا ہے، عاتکہ تو یونہی آگئی تھیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا واقعی یہ چادر میں نے تمہیں دینے کیلئے رکھی تھی، لیکن جب عاتکہ آگئیں تو مجھے نبی علیہ السلام کی قرابت داری کا لحاظ کرنا پڑا۔ (اصابہ، تذکرہ عاتکہ بنت اسید)

(۶) اپنے دور خلافت میں حضرت عمرؓ ایک مرتبہ رات کو گشت کررہے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے ایک گھر سے کسی کے اشعار پڑھنے کی آواز سنی، جب قریب ہوئے تو پتہ چلا کہ ایک بوڑھی عورت نبی علیہ السلام کی محبت اور جدائی میں اشعار پڑھ رہی ہے، حضرت عمرؓ آبدیدہ ہوگئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، بوڑھی عورت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو حیران ہوئی اور کہنے لگی، امیر المومنین! آپ رات کے وقت میرے دروازہ پر؟ آپؓ نے فرمایا ہاں مگر ایک فریاد لے کر آیا ہوں کہ وہ اشعار مجھے دوبارہ سنائیں جو آپ پڑھ رہی تھیں، بوڑھی عورت نے اشعار پڑھے۔

علی محمد صلوۃ الابرار | صلی علیه الطیبون الاخیار
قد کان قوما بکی بالاسحار | یالیت شعری والمنایا اطوار

هل تجمعنی وجیبی الدار

(حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نیک اور اچھے لوگ درود پڑھ رہے ہیں، وہ راتوں کو جاگنے والے اور سحر کے وقت روزہ رکھنے والے تھے، موت تو آنی ہی ہے، کاش مجھے یقین ہوجائے کہ مرنے کے بعد مجھے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا وصل نصیب ہوگا) حضرت عمرؓ وہیں زمین پر بیٹھ کر کافی دیر تک روتے رہے، دل اتنا غمزدہ ہوا کہ کئی دن بیمار رہے۔

حضرت عثمان رضی الله عنه کی الفت ومحبت بارگاه نبوت صلی الله علیه وسلم میں: (۱) جب صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمانؓ کو نمائندہ بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا گیا تو قریش مکہ نے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی، جب صحابہ کرامؓ کو پتہ چلا تو بہت افسردہ ہوئے، بعض نے کہا کہ وہ خوش قسمت ہیں کہ بیت اللہ کا طواف کرکے آئیں گے، نبی علیہ السلام نے فرمایا: کہ عثمان رضی اللہ عنہ میرے بغیر طواف نہیں کریں گے، حضرت عثمان واپس آئے تو صحابہؓ نے پوچھا کہ کیا آپ رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ کا طواف بھی کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم مجھے طواف کرنے کے لئے قریش اصرار کرتے رہے، مگر میں وہاں ایک سال بھی مقیم رہتا تو بھی نبی علیہ السلام کے بغیر طواف نہ کرتا۔

دوطالب علموں کا واقعہ: حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے بارے میں ان کے شیخ حضرت گنگوہیؒ فرماتے تھے میرے خلیل کو اللہ نے نسبتِ صحابہ عطا فرمائی ہے، اتنے بڑے اللہ والے، انہوں نے دو طالب علموں کو ستون سے باندھ دیا، ایک طالب علم نے کہا استاد جی! رسی کھولئے، میں کوئی غلام نہیں ہوں، مدرسے اور بھی ہیں، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی آنکھوں میں آنسو آگئے، رسی کھولی اور فرمایا: بیٹا معاف کردینا، لڑکے نے کہا ہاں معاف کردیا! حضرت دوسرے طالب علم کے پاس آئے اور کہا کہ بیٹا! آپ کو بھی کھولوں؟ شاگرد نے ہاتھ جوڑ دیے کہ استاد جی! آپ میرے شیخ بھی ہیں، میں تو مرنے کے لئے آیا ہوں، آپ کی مرضی، زندہ رکھیں آپ کی مرضی ماردیں، استاد جی روتے جاتے تھے اور رسی کھولتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ اللہ تجھے قیامت تک عزتیں عطا فرمائے گا، پہلے طالب علم کو دنیا جانتی نہیں کہ اس کا نام کیا ہے، کہاں گیا، کہاں انتقال ہوگیا، دوسرے طالب علم کو بچہ بچہ جانتا ہے، یہ تھے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

پھر کبھی آؤں گا تو تقریر سناؤں گا: ایک دفعہ عطاءاللہ شاہ بخاریؒ علی گڑھ کے کسی جلسہ میں تقریر کرنے تشریف لے گئے، کالج کے طلبہ نے تقریر سننے سے انکار کردیا، ایسا ہنگامہ کیا کہ تقریر کرنا محال ہوگیا، شاہ جیؒ نے دیکھا کہ ان طلبہ پر کوئی اور نصیحت کارگر نہیں ہوتی تو فرمایا اچھا بیٹا قرآن مجید کا ایک رکوع پڑھ دیتا ہوں اور جلسہ تمہارے احترام میں ختم کرنے کا اعلان کرتا ہوں، طلبہ خاموش بیٹھ گئے، شاہ جیؒ نے انتہائی دلسوزی سے نیم خورد آواز میں قرآن مجید پڑھنا شروع کیا، چشم وگوش اور در ودیوار جھوم گئے، تلاوت ختم ہوئی تو فرمایا بیٹا کیا خیال ہے اس کا ترجمہ بھی کروں۔ آواز آئی ضرور ترجمہ بھی کردیجئے، اب ترجمہ شروع ہوا پھر ترجمے کے بعد تفسیر وتشریح کا سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا، یہاں تک کہ صبح ہوگئی، شاہ جی نے تقریر ختم کی، طلبہ نے شور مچایا، شاہ جیؒ خدا کے لئے کچھ اور بیان کیجئے، فرمایا پھر کبھی آؤں گا تو تقریر سناؤں گا۔

Scanned with CamScanner

قربانی اسلام کی روح ہے

مولانا عبدالباسط ندوی

اسلام کا مفہوم ہے اپنے کو اللہ کے سپرد کردینا اسی کی اطاعت وبندگی کے لئے گردن جھکادینا اور اپنی ہر چاہت کو اللہ کی چاہت واشارہ پر قربان کردینا۔ اگر ہم غور کریں تو اس دین کی اصلیت ایثار وقربانی ہی نظر آئے گی، چاہے یہ قربانی نفس کی ہو، جان کی ہو، مال کی ہو، عہدہ ومنصب کی ہو، عزت وجاہ کی ہو، محبت وتعلق کی ہو، یا پھر ریا ونمود اور شہرت کی ہو، یہ دین ہم سب سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہر طرح کی خود غرضی وخود پسندی سے اپنے کو صاف ستھرا کرکے صرف اور صرف ایک اللہ کے حکم کے تابع کردیں اور خالص اسی کے احکام کی پابندی کو اپنی زندگی کا لازمہ اور مقصد بنالیں۔ ارشاد باری ہے:" وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ" (البينة: ٥) ان لوگوں کو بس یہی حکم ہوا کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت کو اسی کے لئے خالص رکھیں یکسو ہوکر۔

اللہ تبارک وتعالی کی رضا وخوشنودی کے لئے اس کی راہ میں جانور کی قربانی ایسی عظیم عبادت ہے کہ یہ عبادت ہر زمانہ اور ہر قوم میں رہی ہے، ارشاد باری ہے:"ولكل امة جعلنا منسكا ليذكروا اسم الله عليه علی مارزقهم من بهيمة الانعام ،فالٰهكم اله واحد فله اسلموا وبشر المخبتين" (الحج: ۳۴) (اور ہم نے ہر ایک امت کے لئے قربانی رکھ دی تھی تاکہ وہ لوگ اللہ کا نام ان مویشی چوپایوں پر لیں جو اس نے ان کو عطا کررکھیں ہیں۔ سو تمہارا اللہ تو ایک ہی اللہ ہے، تم بس اسی کے آگے جھکو اور آپ خوش خبری سنادیجئے گردن جھکادینے والوں کو)، غرض قربانی کی عبادت ہر امت میں کسی نہ کسی شکل میں موجود رہی ہے۔

اللہ تعالی نے اس امت کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جوڑ کر یہ تعلیم وترغیب دی کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا سب کچھ اللہ کے حکم پر نثار کردیا اور صرف اسی کے ہوکر رہے، قرآن کی زبان میں "إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتاً لِلَّهِ حَنِيفا" (النحل: ١٢٠) (بے شک ابراہیم بڑے مقتدا اللہ کے فرماں بردار اور اس کی طرف یک رخ رہنے والے تھے۔) اسی طرح تم بھی اپنا سب کچھ اسی اللہ کے حکم پر نثار کردو اور اس سلسلہ میں حضرت ابراہیم کے سچے پیرو بن جاؤ، قرآن نے ہی نبی کریم ﷺ کو مخاطب بنا کر پوری امت سے مطالبہ کیا کہ "ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفا" (النحل: ١٢٣) پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ ابراہیم کے طریقہ پر چلئے جو بالکل یک رخ تھے،

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے کو اللہ تعالی کے حوالہ کردیا، اس کے آستانہ پر اپنا سر جھکادیا اور اپنا ہر قیمتی سرمایہ قربان کردیا۔ حتی کہ حکم الٰہی پر اپنے بیٹے کی قربانی بھی پیش کردی جو اللہ تعالی کے یہاں قبولیت حاصل کرکے اس کو یادگار بنادیا۔ ارشاد باری ہے:" وفديناه بذبح عظيم " یہی اسلام کی حقیقت ہے اور یہی ملت ابراہیمی ہے۔ اسی کے رمز کے طور پر عید الاضحیٰ کے موقع سے جانور کی اس قربانی کو لازم قرار دیا گیا، آپ ﷺ نے اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت فرمایا: مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا 'ماهي الاضاحي؟ قال: سنة ابيكم ابراهيم" اور اس لئے کہ یہ امت کے لئے تذکیر کا ذریعہ بنے اور وہ اس قربانی کے ساتھ ہی اپنی ہر خواہش وچاہت پر اللہ کے حکم کے آگے اسی طرح چھری پھیر دے جس طرح جانور پر پھیر رہا ہے، یہی وجہ تو ہے کہ وہ قربانی سے پہلے اللہ کے روبرو اقرار کرتا ہے کہ "إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَاشَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ" (میری نماز اور میری (ساری) عبادتیں اور میری زندگی اور میری موت (سب) جہانوں کے پروردگار اللہ ہی کے لئے ہیں (کوئی) اس کا شریک نہیں، اور مجھے اسی کا حکم ملا ہے، اور میں مسلموں میں سے ہوں)۔ اس اقرار کے بعد جانور کے گلے پر وہ اس یقین کے ساتھ بسم اللہ۔ اللہ اکبر کہہ کر چھری چلاتا ہے کہ 'لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَادِمَاءُ هَا وَلَٰكِن يَنَالُه التَّقْوٰى مِنكُم كذلك سخرها لكم لتكبروا الله على ما هداكم وبشر المحسنين" (الحج: ٣٧) (اللہ تک نہ اس کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ اس کا خون، البتہ اس کے پاس تمہارا تقوی پہنچتا ہے، اسی طرح اللہ نے تمہارے زیر حکم کردیا ہے تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور آپ اخلاص والوں کو خوشخبری سنادیجئے)۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "یہ قربانی کیا تھی؟ یہ محض خون اور گوشت کی قربانی نہ تھی بلکہ روح اور دل کی قربانی تھی، یا ماسوی اللہ اور غیر کی محبت کی قربانی اللہ کے راہ میں تھی، یہ اپنی عزیز تر متاع کو اللہ کے سامنے پیش کردینے کی نذر تھی، یہ اللہ کی اطاعت، عبودیت اور کامل بندگی کا بے مثال منظر تھا، یہ تسلیم ورضا اور صبر وشکر کا وہ امتحان تھا، جس کو پورا کئے بغیر دنیا کی پیشوائی، اور آخرت کی نیکی نہیں مل سکتی، یہ باپ کا اپنے اکلوتے بیٹے کے خون سے زمین کو رنگین کردینا نہ تھا، بلکہ اللہ کے سامنے اپنے تمام جذبات اور خواہشوں، تمناؤں اور آرزوؤں کی قربانی تھی اور اللہ کے حکم کے سامنے اپنے ہر قسم کے ارادے اور عرضی کو معدوم کردینا تھا، اور جانور کی قربانی اس اندرونی نقش کا ظاہری عکس، اور اس خورشید حقیقت کا ظل مجاز تھا' (سیرۃ النبی: ۵؍۲۲۹) چنانچہ اصل شی انسان کے دل کی وہ کیفیت ہے جو اسے ہر آن اللہ کی طرف جھکائے رہتی ہے اور اس کے اعضاء وجوارح کو ایسے اعمال کی طرف راغب کرتی ہے جو عند اللہ خیر کا ذریعہ بنے، اللہ تعالی کے یہاں بھی دل کی اسی کیفیت کا اعتبار ہے چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إِنَّ اللّٰهَ لَايَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَ أَمْوَالِكُمْ وَلَٰكِن يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ (مسلم: ٢٥٦٤) (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" بیشک اللہ تعالی تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے)۔ اسی کو قرآن کریم کی زبان میں اخلاص کہتے ہیں اور مؤمن کے ہر عمل کا وزن، اس کی قدر وقیمت اور اللہ کے یہاں اس پر ثواب وجزاء اسی اخلاص کے حساب سے ہوگا، جو شخص اپنے عمل میں جس قدر اللہ تعالی کے لئے مخلص ہوگا وہ اتنا ہی اللہ کے قریب ہوگا اور اس کا عمل اتنا ہی وزنی اور قیمتی ہوگا اور اسی کے لحاظ سے وہ اجر وثواب کا مستحق ہوگا۔

قربانی اور اس کی اہمیت: قربانی بمخصوص ایام میں مخصوص صفات کے جانور کو محض اللہ کے حکم سے اور اللہ ہی کی رضا کے لئے ذبح کرنے کا نام قربانی ہے۔ قربانی ایک عبادت ہے بلکہ اسلام کے شعائر میں سے ہے۔ "وشعيرة مِنْ شَعَائِرِ الاسلامِ" (الموسوعۃ الفقهيه: ۵؍۱۰۷) اس کا حکم ۲ھ میں نازل ہوا (الموسوعة الفقهيه الكويتيه: اضحیہ: بحوالہ: البجیر می علی المنہج: ۴؍۲۹۴، المجموع للنووی: ۸؍۳۸۳)

اللہ تعالی کے ارشاد: "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ" (الکوثر: ۲) (اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے)، کے ضمن میں بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں نماز سے مراد عید کی نماز ہے اور اس کے بعد قربانی کرنے کا حکم ہے۔ (تفسیر قرطبی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں دس سال مقیم رہے اور برابر قربانی کرتے رہے:" عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِينَ يُضَحِّى "(ترمذی: ۱۵۰۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر سخت وعید فرمائی ہے، فرمایا: "مَنْ كَانَ لَهُ سِعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرُبَنَّ مُصَلَّانَا" (ابن ماجہ، باب الاضاحی واجبۃ ام لا: ۳۱۲۳) (جو صاحب وسعت ہو اور اس کے باوجود قربانی نہ کرے وہ میری عیدگاہ کے قریب بھی نہ پھٹکے) اور قربانی کے اجر وثواب کا ذکر کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: "بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ ،قَالُوا:فَالصُّوفُ يَارَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ : بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصُّوفِ حَسَنَةٌ" (ابن ماجہ: ۳۱۲۷) (قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلہ ایک نیکی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اون والے جانور پر کیا اجر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اون کے ہر بال کے بدلہ بھی ایک نیکی ہے) نیز فرمایا:" مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ احب الى الله من اهراق الدم ،انه ليأتي يوم القيامة بقرونها و اشعارها و أظلافها ،و ان الدم ليقع من الله بمكان قبل ان يقع من الارض فَطِيبُوا بِهَا نَفْسًا" (ترمذی: ۱۴۹۳) (قربانی کے دن قربانی سے بڑھ کر کوئی عمل اللہ کو محبوب نہیں ہے، قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ حاضر ہوگا، قربانی کے جانور کا خون زمین پر گرنے سے پہلے وہ اللہ تعالی کے یہاں قبولیت کا مقام حاصل کرلیتا ہے؛ اس لئے خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو) اس لئے قربانی کے بجائے اس کی قیمت صدقہ کرنا یا خود جانور کو ہی صدقہ کردینا درست نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہاں مقصود اور واجب خون بہانا ہی ہے۔ (الموسوعہ الفقهيه الكويتيه: ۵؍۱۰۷)

قربانی کا حکم: قربانی ہر اس شخص پر واجب ہے جو ایام قربانی یعنی ۱۰؍ذی الحجہ کی صبح صادق سے لے کر ۱۲؍ذی الحجہ کے غروب آفتاب کے درمیان کسی وقت بھی صاحب نصاب ہوجائے اور وہ مسلم، عاقل، بالغ اور مقیم ہو چاہے مرد ہو یا عورت، اسی طرح اگر اس مدت میں کوئی بالغ ہوجائے یا کوئی مسافر مقیم ہوجائے یا کوئی غیر مسلم مسلمان ہوجائے اور وہ صاحب نصاب ہو تو اس پر بھی قربانی واجب ہوجائے گی۔ اس کے برعکس اگر کوئی صاحب نصاب قربانی کے اخیر وقت میں غریب ہوجائے یا مقیم مسافر ہوجائے تو وجوب ساقط ہوجائے گا یعنی قربانی کے وجوب وعدم وجوب کے سلسلہ میں قربانی کے اخیر وقت کا اعتبار ہے۔ (دیکھئے: بدائع الصنائع: کتاب التضحیہ: ۴؍۱۹۲۔۱۹۸، ردالمحتار: ۹؍۴۵۲)

صاحب نصاب ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے پاس چھ سو بارہ گرام تین سو ساٹھ ملی گرام چاندی یا اس کے مساوی تجارتی سامان یا نقد روپۓ ہوں اور وہ حوائج اصلیہ جیسے رہائشی مکان، پہننے کے لباس وپوشاک، استعمال کے سامان، ضرورت کی چیزیں، کام کاج کے اوزار، مشینیں، دیگر وسائل رزق، ذاتی استعمال کی گاڑی وغیرہ سے زائد ہوں۔ اگر کسی کے پاس زائد مکان یا مکان کے لئے زائد پلاٹ یا ضروری سواری کے علاوہ زائد سواریاں، ضرورت سے زائد کپڑے، لباس وپوشاک ہوں خواہ تجارت کے لئے نہ ہوں تو یہ سب بھی نصاب میں شامل ہوں گے اور ان سب کو ملا کر نصاب پورا ہوجائے تو قربانی واجب ہوجائے گی، اسی طرح شوقیہ سامان حوائج اصلیہ میں شمار نہیں ہوں گے، بلکہ وہ نصاب میں شامل ہوں گے۔ (الفتاوی الخانیہ علی ہامش الہندیہ: ۱؍۲۲۷) کاشت کی زمین سے اتنی پیداوار ہوجائے کہ صاحب نصاب اور ان کی زیر کفالت لوگوں کے لئے پورے سال کا خرچہ نکالنے کے بعد اتنا بچ جائے کہ وہ بقدر نصاب ہو یا دوسرے سامان کے ساتھ مل کر نصاب کو پہنچ جائے تو ایسے صاحب زمین پر بھی قربانی واجب ہوگی۔"واذا كان له عقار يستغله تلزمه الاضحية اذا دخل منه قوت عامه وزاد معه النصاب المذكور" (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ: ۱؍۶۶۳، ردالمحتار: ۹؍۴۱۵) قربانی کے وجوب کے لئے مال نصاب پر سال گذرنا شرط نہیں ہے، صاحب نصاب ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ شخص اتنا مقروض نہ ہو کہ قرض کے بقدر رقم نکالنے کے بعد صاحب نصاب نہ رہ پائے۔

گھر کے جتنے افراد صاحب نصاب ہوں ان سب پر الگ الگ قربانی واجب ہے، ایک قربانی پورے گھر والوں کے لئے کافی نہیں ہوگی۔ (فتاوی رحیمیہ: ۵؍۴۱۵)

اگر کاروبار مشترک ہو اور اس کی آمدنی سے مشترک خرچ ہوتا ہو تو اب اگر اس کی مالیت قربانی کے ایام میں اتنے ہوجائے کہ ہر شریک کے حصہ میں بقدر نصاب مالیت آجائے یا اس کے دوسرے اموال کے ساتھ مل کر اس کو صاحب نصاب بنادے تو ہر شریک پر الگ الگ قربانی واجب ہوگی۔ (الفتاوی التاتارخانیہ: ۱۷؍۴۰۵) ورنہ نہیں۔

دوسروں کی طرف سے قربانی کرنے میں ضروری ہے کہ اس کی اجازت ہو، چاہے وہ اس کی بالغ اولاد یا بیوی ہی کیوں نہ ہو، یہ اجازت عرفی بھی کافی ہے۔ (ردالمحتار: ۹؍۴۵۷) البتہ نابالغ اولاد کی طرف سے بلا اجازت درست ہے، ان کی طرف سے یہ قربانی مستحب ہوگی، واجب نہیں۔ نابالغ پر زکاۃ وقربانی واجب نہیں ہے اگرچہ وہ صاحب نصاب ہو۔ ولو كان للصبي مال فالاصح انها لا تجب في ماله بالاجماع (الفقہ الحنفی وادلتہ ۳؍۳۸۴)؟ اسی طرح مجنون پر بھی قربانی واجب نہیں ہے؛ البتہ اگر جنون کبھی رہتا ہو اور کبھی ختم ہوجاتا ہو تو اگر قربانی کے ایام میں وہ ٹھیک رہے اور صاحب نصاب ہو تو قربانی واجب ہوجائے گی (بدائع الصنائع: ۶؍۲۷۲، ردالمحتار: ۹؍۴۵۸)

Scanned with CamScanner

حج - ایک جامع عبادت

مولانا محمد فہیم اختر ندوی

حج، اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے، کلمۂ شہادت پڑھ کر جب انسان اقرار کرلیتا ہے کہ حقیقی معبود صرف اللہ ہے، اس کی خدائی میں کوئی شریک نہیں اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے برحق آخری رسول ہیں، تو بندہ کو اس کے رب کی جانب سے سب سے پہلا حکم یہ ملتا ہے کہ وہ دن ورات میں پانچ بار اس کی یاد کے لئے نماز قائم کرے، بندگی اور اطاعت کا اظہار کرنے والی یہ نماز ہر جگہ پڑھی جاتی ہے، روزانہ ادا کی جاتی ہے اور اپنے جسمانی وجود کے ساتھ بجالائی جاتی ہے، یہ جسمانی عبادت ہے، پھر حکم ہوتا ہے کہ سال کے ایک ماہ رمضان مقدس میں صبح سے شام تک روزہ رکھا جائے، اس میں دن بھر کھانا پینا اور جنسی خواہشات ممنوع رہتی ہیں اور رات میں ان کی اجازت ہوتی ہے، سال کے ایک ماہ کی یہ عبادت بھی جسم کی عبادت ہے، تیسرا حکم یہ ہے کہ پروردگار نے جس شخص کو مال ودولت سے نوازا ہے، اپنی ضروریات پوری کرکے بھی کچھ مال اس کے پاس بچ رہے تو وہ زائد مال میں ایک چھوٹا حصہ یعنی بقدر نصاب مال میں ڈھائی فیصد سال میں صرف ایک بار نکال کر محتاج لوگوں کو دے دے، یہ حکم سال میں ایک مرتبہ ہے اور اس میں مال خرچ کیا جاتا ہے، پس یہ مالی عبادت ہے، اس کے بعد حج کا حکم ہے، حج کیا ہے؟ ایک ایسی عبادت جس میں بندہ اپنے رب کی محبت وعشق میں سرمست وسرشار ہوتا ہے، وہ دنیا کی محبت اور اپنی شان وعظمت کا لبادہ اتار پھینکتا ہے اور دو بے سلی چادریں خالی بدن پر لپیٹ کر سراپا عاجزی وانکسار بن جاتا ہے، اپنے مزین محلوں اور عالیشان مکانات سے نکل کر مکہ کی وادیوں اور منیٰ وعرفات کے میدانوں میں دوڑا چلا آتا ہے، اب یہاں صبح کہیں ہے شام کہیں، کھلے میدان میں کھڑا گریہ وزاری میں مصروف ہے، پروردگار کے ایک سادہ لیکن پر عظمت گھر کے گرد چکر لگاتا ہے، وہاں سے نکلتا ہے تو دو پہاڑیوں کے بیچ دوڑنے لگتا ہے، ایک بے خودی اور وارفتگی کا عالم ہے، زبان ذکر ودعا میں مشغول ہے، دل کی دنیا میں ایمان ومحبت کی بہار آئی ہوئی ہے اور عقل خاموش تابعدار بنی ہے، آنکھیں اس جاہ وجلال کے منظر سے کبھی دمک رہی ہیں اور کبھی احساس ندامت سے ٹپک رہی ہیں، جذبات کی اسی سرشاری میں وہ جمرات کو کنکریاں مار کر اپنے نفس کے شیطان کو بھگاتا ہے، اپنی بے جا خواہشات کو قربان کرتے ہوئے جانور کو ذبح کرتا ہے، پھر خود اپنے سر کے بال بھی کٹواتا ہے، کیسی کیسی ادائیں ہیں؟ اور کیوں ہیں؟ صرف اس لئے کہ مالک وآقا کا حکم ہے اور اس کو یہ پسند ہے، یہی حج کی عبادت ہے، یہ مالی عبادت بھی ہے اور جسمانی عبادت بھی، اس میں جذبات عشق ومحبت کی تسکین بھی ہے اور سنت عاشقان کی پیروی بھی، ایسی عبادت جب مکمل ہوجاتی ہے تو بندہ اپنی ہر غلطی وکوتاہی سے پاک ہوچکا ہوتا ہے اور نئی زندگی شروع کرتا ہے، ٹھیک ایسے جیسے آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو اور رحیم وکریم آقا کی رحمتوں کو سمیٹے اپنے گھر لوٹا ہے۔

حج کا حکم: حج اسلام کا ایک رکن اور فریضہ ہے، یہ استطاعت رکھنے والوں پر واجب ہے، اور زندگی میں صرف ایک مرتبہ ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اور لوگوں کے ذمہ ہے حج کرنا اللہ کے لئے اس مکان کا (یعنی) اس شخص کے ذمہ جو وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو“ (آل عمران: ۹۷)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”الحج مرة فمن زاد فهو تطوع“ (ابوداؤد، مناسک الحج، حدیث نمبر: ۱۷۲۵)۔ (حج ایک مرتبہ ہے اور جو اس سے زائد کرے وہ نفل ہے)۔

حج کا طریقہ: عرب کے شہر مکہ مکرمہ میں اللہ کا پہلا گھر خانہ کعبہ ہے، اسی کے قریب صفا اور مروہ نام کی دو پہاڑیاں ہیں، مکہ سے قریبی فاصلہ پر منیٰ کا میدان ہے، وہاں سے قریب ہی مزدلفہ کا میدان ہے، پھر عرفات کا میدان ہے، مکہ مکرمہ کے چاروں جانب کچھ فاصلہ پر حدیں مقرر کردی گئی ہیں، یہ حدیں میقات کہلاتی ہیں، ان میقاتوں سے پہلے ہی احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آنا اور یہاں خانہ کعبہ کا طواف، صفا ومروہ کے درمیان سعی، میدان عرفات اور مزدلفہ میں ٹھہرنا، منیٰ کے میدان میں جمرات پر کنکریاں مارنا، یہیں جانور کو ذبح کرنا، اپنے بال کٹوانا اور طواف کعبہ کرنا وغیرہ حج کہلاتا ہے، حج کے لئے جس طرح کچھ مقامات مخصوص ہیں کہ ان ہی جگہوں پر جاکر حج مکمل ہوتا ہے، اسی طرح حج کے لئے وقت بھی متعین ہے، یہ عیدالاضحیٰ کے چند متعین دنوں میں انجام دیا جاتا ہے۔

حج کی عبادت کئی دنوں پر پھیلی ہوئی ہوتی ہے اور اس میں کئی طرح کے اعمال انجام دیئے جاتے ہیں، جو علاحدہ علاحدہ اوقات میں اور الگ الگ مقامات پر ادا ہوتے ہیں، ہر ہر عمل کے تفصیلی احکام اور آداب ہیں، یہاں کسی تفصیل میں جائے بغیر حج کا ایک عام طریقہ بیان کیا جاتا ہے، تاکہ آسانی کے ساتھ حج کا عمل ذہن نشین ہوجائے، یہ طریقہ حج تمتع کے پیش نظر ہے، کیونکہ اب اسی کا زیادہ رواج ہے، میقات آنے سے پہلے اپنے بال، ناخن اور مونچھ تراشوا لیجئے اور دوسرے بالوں کی صفائی کرکے غسل کرلیجئے، یا وضو کرلیجئے، اپنے سلے ہوئے کپڑے اتار کر احرام کا لباس پہن لیجئے، یہ دو بے سلی چادریں ہوں، چہرہ اور سر کھلے رہیں، پاؤں میں بھی ایسی چپل ہو جس سے پاؤں کھلے رہیں، خوشبو لگایئے، پھر دو رکعات نماز پڑھئے، اس کے بعد نیت کرلیجئے، یہ حج تمتع ہے، اس لئے صرف عمرہ کی نیت کیجئے اور تلبیہ پڑھئے، یہ احرام ہوگیا، اب تمام ممنوعات احرام سے خود کو محفوظ رکھئے، جیسے سلے ہوئے کپڑے پہننا، سر اور چہرہ کو ڈھنپنا، خوشبو لگانا، کسی بال وناخن کو کاٹنا، شکار کرنا اور بیوی سے قربت کرنا وغیرہ، ابھی سے موقع بہ موقع تلبیہ پڑھتے رہئے۔

احرام کی حالت میں مکہ مکرمہ آکر ادب وخشوع کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوئیے، کعبہ مقدسہ پر نظر پڑتے ہی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگئے اور سیدھے حجر اسود کے پاس آئیے، موقع ہو تو اسے بوسہ دیجئے، یا ہاتھ سے اشارہ کرکے ہاتھ چوم لیجئے، یہ طواف کا آغاز ہے، اپنی چادر کے دائیں پلو کو بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لیجئے، اس کیفیت کو اضطباع کہتے ہیں، اب حجر اسود کے سامنے اس طرح کھڑے ہوجایئے کہ پورا حجر اسود آپ کے داہنے جانب ہو، طواف کی نیت کرکے اپنے دائیں جانب سے طواف شروع کیجئے، ابتدائی تین چکروں میں اپنے مونڈھوں کو جھکاتے ہوئے سینہ تان کر تیز چلئے، اس کو رمل کہتے ہیں، آخر کے چار چکر بغیر رمل کے صرف چل کر پورے کیجئے، حجر اسود سے شروع ہوکر حطیم کے باہر سے چکر لگاتے ہوئے پھر حجر اسود تک آنا ایک چکر ہے، ہر چکر میں حجر اسود کا بوسہ لیجئے، ورنہ صرف استلام کیجئے، یعنی صرف اپنے دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں تک اٹھا کر ہتھیلیوں سے حجر اسود کی جانب اشارہ کرتے ہوئے تکبیر وتہلیل پڑھئے، اسی طرح کعبہ کے دوسرے کونہ رکن یمانی کا استلام کرنا بھی ہر چکر میں بہتر ہے، دوران طواف مسنون دعاؤں اور اذکار میں مصروف رہئے، سات چکر مکمل کرنے کے بعد حجر اسود کا استلام کرکے طواف ختم کیجئے اور باب کعبہ کے سامنے مقام ابراہیم کے پاس آکر دو رکعت نفل پڑھئے، فارغ ہوکر پھر حجر اسود کا استلام کیجئے اور صفا پہاڑی کی طرف چلے آئیے، اب سعی کا آغاز ہوتا ہے، باب صفا سے داخل ہوکر صفا پہاڑی پر چڑھ جایئے اور کعبہ کی جانب رخ کرکے ہاتھ اٹھا کر تکبیر وتہلیل اور درود شریف پڑھ کر دعا کیجئے، پھر وہاں سے مروہ پہاڑی کی جانب چلئے، درمیان میں دو سبز نشانوں ”میلین اخضرین“ کے درمیانی حصہ میں تیز تیز چلئے اور بقیہ حصہ میں عام رفتار سے چلئے، مروہ پہاڑی پر پہنچ کر اوپر چڑھ جایئے اور یہاں بھی تکبیر وتہلیل اور درود ودعا کیجئے، یہ ایک چکر ہوا، اس طرح سات چکر پورے کیجئے، جو مروہ پر ختم ہوگا، اب سعی پوری ہوگئی، یہ حج تمتع ہے، اس لئے سعی سے فارغ ہوکر اپنے بال کو مونڈوا لیجئے یا چھوٹے کرا لیجئے، یہاں تک عمرہ مکمل ہوگیا، احرام کی پابندی اب ختم ہوگئی، احرام کھول لیجئے اب آپ سلے کپڑے پہن سکتے ہیں اور بیوی سے قریب بھی ہوسکتے ہیں، اگر حج تمتع نہیں ہوتا، حج قران یا افراد ہوتا تو سعی سے فارغ ہونے کے بعد بھی اسی طرح حالت احرام میں اور احرام کی پابندیوں کے ساتھ مکہ میں آپ قیام پذیر رہتے۔

اتنے اعمال آپ ماہ شوال سے کسی دن بھی انجام دے سکتے ہیں، مکہ میں قیام کے دوران آپ خوب کثرت سے کعبہ کا طواف کرتے رہئے، اس دیار میں طواف ہی نماز ہے، نفل نمازوں کی جگہ طواف میں وقت گذاریئے، آپ اس دوران مزید عمرے بھی کرسکتے ہیں، یہ نیکیوں اور فضیلتوں کا مقام ہے، اپنے دامن کو خوب خوب نیکیوں سے بھر لیجئے۔

آٹھ ذی الحجہ کی تاریخ آتی ہے، اب حج کا آغاز ہوتا ہے، یہ دن یوم الترویہ ہے، آپ مکہ میں جہاں مقیم ہیں، اسی مقام پر حج کا احرام باندھئے، احرام کا وہی طریقہ ہوگا، غسل یا وضو کیجئے، عام کپڑے اتار کر احرام کی چادریں لپیٹئے، دو رکعت نماز پڑھ کر حج کی نیت کیجئے اور تلبیہ پڑھئے، لیجئے اب حج کا احرام شروع ہوگیا، احرام کی پابندیاں آپ پر نافذ ہوگئیں، یہ حج کا پہلا دن ہے، مکہ سے منیٰ کے لئے روانہ ہوجایئے، منیٰ کے میدان میں ٹھہریئے، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء اسی میدان میں پڑھئے اور رات بھی یہیں گذاریئے، آج کے دن منیٰ کے میدان میں کوئی مخصوص عمل انجام نہیں دینا ہے۔

نویں ذی الحجہ کی صبح ہوتی ہے، آج کا دن یوم عرفہ کہلاتا ہے، منیٰ میں جہاں آپ نے رات گذاری تھی، فجر کی نماز وہیں پڑھ کر جب سورج نکل جائے تب وہاں سے عرفات آیئے، عرفات کے میدان میں ٹھہر جایئے، یہاں ٹھہرنا حج کا اہم ترین رکن ہے، عرفات میں ظہر اور عصر کی نمازیں ایک ساتھ ظہر کے وقت میں پڑھی جائیں گی، نماز سے فارغ ہوکر جبل رحمت کے قریب آکر کھڑے ہوجایئے، اور ذکر ودعا میں مشغول ہوجایئے، تلبیہ بھی پڑھتے رہئے، سورج ڈوبنے تک اسی طرح رہئے۔

اب مزدلفہ کے لئے روانگی ہے، سورج ڈوبنے کے بعد عرفات سے روانہ ہوکر مزدلفہ چلے آیئے، مزدلفہ پہنچ کر ہی مغرب اور عشاء دونوں نمازیں عشاء کے وقت میں اکٹھی پڑھی جائیں گی، مزدلفہ کے میدان میں رات گذاریئے، صبح میں فجر کی نماز بھی پڑھئے، فجر کے بعد موقف یعنی ”مشعر حرام“ میں کھڑے ہوکر خوب ذکر ودعا کیجئے۔

دس ذی الحجہ کا دن شروع ہوچکا ہے، یہ دن یوم النحر کہلاتا ہے، مزدلفہ میں فجر کی نماز آپ پڑھ چکے ہیں، اب سورج نکلنے سے پہلے منیٰ لوٹ آیئے، منیٰ کے میدان میں ”جمرہ عقبہ“ ہے، اس جمرہ کو کنکری مارنا ہے، سات کنکریاں جمع کرلیجئے، جب سورج طلوع ہوجائے تو جمرہ عقبہ کو یکے بعد دیگرے سات کنکریاں ماریئے، ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے جایئے، یہ ”رمی“ کہلاتا ہے، اب تلبیہ پڑھنا بند کردیجئے، رمی سے فارغ ہوکر منیٰ کے میدان میں حج تمتع کے شکرانہ کی قربانی کیجئے، اس کے بعد اپنے سر کے بال مونڈوا لیجئے، یا چھوٹے کرا لیجئے، لیجئے اب آپ احرام سے حلال ہوگئے، اب سلے کپڑے پہن لیجئے، لیکن ابھی جنسی تعلق کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ حج کے کچھ اعمال ابھی باقی ہیں، رمی، قربانی اور بال کٹانے کے اعمال آپ نے منیٰ میں انجام دیئے، اب مکہ مکرمہ واپس چلے آیئے، یہاں خانہ کعبہ کا طواف کیجئے، یہ طواف حج کا اہم رکن ہے، اسے طواف زیارت کہتے ہیں، طواف کا طریقہ آپ کو معلوم ہے، طواف کے بعد صفا ومروہ کے درمیان سعی کیجئے، آپ کا حج تمتع ہے، اگر حج افراد یا قران ہوتا اور مکہ آکر آپ نے طواف قدوم کے ساتھ سعی کرلی ہوتی تو اب طواف زیارت میں آپ رمل نہیں کرتے اور نہ طواف کے بعد صفا ومروہ کی سعی کرتے، اس طواف زیارت کے بعد آپ پوری طرح حلال ہوگئے، اب جنسی تعلق کی اجازت بھی حاصل ہوگئی، آج یوم النحر ہے، آج کئی اعمال آپ نے انجام دیئے، اب آپ منیٰ واپس آجایئے اور رات منیٰ میں گذاریئے، گیارہ ذی الحجہ شروع ہوتا ہے، آپ منیٰ میں ہیں، یہاں انتظار کیجئے، آج یہاں تین جمرات کی رمی کرنی ہے، جب سورج ڈھل جائے تو آپ پہلے جمرہ پر آیئے جو منیٰ سے قریب ہے اور اس پر سات کنکریاں ماریئے، ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہئے، کنکریاں مارنے کے بعد ٹھہر کر ذکر ودعا کیجئے، پھر دوسرے جمرہ پر آیئے، یہ جمرہ وسطیٰ ہے، یہاں بھی سات کنکریاں ماریئے، اس کے بعد ٹھہر کر ذکر ودعا کیجئے، پھر آخری تیسرے جمرہ پر آیئے، یہ جمرہ عقبہ ہے، یہاں بھی اسی طرح سات کنکریاں ماریئے، لیکن یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں ہے، تینوں جمرات کی رمی سے فارغ ہوکر منیٰ میں اپنی قیام گاہ پر آجایئے اور رات گذاریئے۔

بارہ ذی الحجہ کو بھی آپ کل کی طرح اسی ترتیب سے اور اسی طریقہ پر تینوں جمرات کی رمی کیجئے، آج بھی زوال کے بعد رمی ہوگی، لیجئے اب آپ کی رمی مکمل ہوگئی، اب سورج ڈوبنے سے پہلے مکہ واپس آسکتے ہیں، اگر آپ منیٰ میں ٹھہرے رہتے ہیں اور تیرہ ذی الحجہ کا سورج طلوع ہوجاتا ہے تو تیرہ ذی الحجہ کو بھی زوال کے بعد اسی طرح تینوں جمرات کی رمی کیجئے، ویسے تیرہ ذی الحجہ کو طلوع فجر سے پہلے پہلے بھی مکہ لوٹ جانے کی اجازت ہے، لیکن اگر طلوع فجر ہوجاتی ہے تو زوال کے بعد رمی کرنا ضروری ہوگا۔

مکہ آکر اب آپ جب اپنے وطن لوٹنا چاہیں تو کعبہ مقدسہ کا آخری طواف کیجئے، یہ طواف وداع یعنی رخصت کا طواف ہے، اس طواف میں رمل نہیں کرنا ہے، طواف سے فارغ ہوکر دو رکعت نماز پڑھئے، زمزم کے کنویں پر آکر جی بھر کر زمزم پیجئے، پھر باب کعبہ کے پاس ملتزم پر آکر اللہ کے اس گھر سے چمٹ جایئے، سینہ اور سر کو اس پر رکھ دیجئے، گڑگڑا کر خوب دعائیں کیجئے، کعبہ کا پردہ تھام کر اپنے رحیم وکریم رب سے رحمت ومغفرت اور دنیا وآخرت کی ہر بھلائی مانگئے اور اس کا شکر ادا کرتے ہوئے لوٹ آیئے۔ لیجئے آپ کا حج مکمل ہوگیا۔

اخبار جہاں

اسرائیلی فوج کا رفح میں حملوں کا سلسلہ جاری

اقوام متحدہ کی اعلیٰ ترین عدالت انصاف (آئی سی جے) کی جانب سے فوجی کارروائیاں روک دینے کے حکم کے باوجود اسرائیلی فوج رفح پر حملوں کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہے، غزہ پٹی کے طبی حکام کا کہنا ہے کہ اسرائیلی فوج نے جمعرات کی صبح جنوبی غزہ کے علاقے رفح پر ایک فضائی حملہ کرتے ہوئے کم از کم 12 فلسطینیوں کو ہلاک کر دیا جبکہ اس ساحلی علاقے کے کئی دیگر حصوں میں بھی لڑائی جاری ہے، اسرائیلی فوج نے جنوبی، وسطی اور شمالی غزہ میں جھڑپوں کی اطلاع دی ہے لیکن فوری طور پر رفح میں مبینہ ہلاکتوں پر کوئی تبصرہ نہیں کیا، رفح میں 10 لاکھ سے زائد ایسے فلسطینی پناہ لیے ہوئے ہیں، جو اسرائیلی حملوں کے سبب نقل مکانی پر مجبور ہوئے، اقوام متحدہ کا کہنا ہے کہ ایسے عام فلسطینی اب عارضی کیمپوں اور جنگ سے تباہ ہونے والے دیگر علاقوں میں پناہ لے رہے ہیں، جہاں انہیں رہائش، خوراک، پانی اور زندہ رہنے کے لیے دیگر ضروری اشیاء کی کمی کا سامنا ہے۔ (ڈی ڈبلیو)

روس یوکرین جنگ: نیٹو وزرائے خارجہ کی پراگ میں اہم میٹنگ

چیکوسلاویہ کے دارالحکومت میں 32 رکنی نیٹو کے وزرائے خارجہ کے اس دوروزہ اجلاس میں جولائی میں واشنگٹن میں اس مغربی فوجی اتحاد کی ہونے والی سمٹ میں یوکرین کے لیے مالی امداد کے پیکج پر بھی تبادلہ خیال کیا جائے گا، کییف روس کے اندر حملے کے لیے مغربی ہتھیاروں کی اجازت دینے کا مطالبہ کرتا رہا ہے اور پراگ میں ہونے والی اس میٹنگ میں یہ موضوع بھی زیر غور ہوگا، چیک وزیر خارجہ جان لیپاوسکی نے میٹنگ سے قبل کہا کہ "نیٹو کو یہ اشارہ بھیجنے کی ضرورت ہے کہ وہ "روسی سامراج" کو آگے بڑھنے نہیں دے گا۔ اور یوکرین کی مدد کرنے کے ہر اقدام سے اس میں مدد ملے گی۔" اس ماہ کے اوائل میں یوکرین کے صدر وولودیمیر زیلنسکی نے خبر رساں ایجنسی روئٹرز کے ساتھ ایک انٹرویو کے دوران اتحادیوں سے امداد اور جنگ میں شمولیت کو تیز کرنے پر زور دیا تھا (ڈی ڈبلیو)

اسپین، آئرلینڈ اور ناروے نے فلسطینی ریاست کو تسلیم کرلیا

اسپین، آئرلینڈ اور ناروے کی طرف سے فلسطین کو سرکاری طور پر آزاد اور خودمختار ریاست تسلیم کرنے کے فیصلے پر اسرائیل نے سخت ردعمل ظاہر کیا ہے، اسرائیلی وزیر خارجہ یسرائیل کاٹز نے کہا کہ اسپین نے فلسطینی ریاست کو تسلیم کر کے دراصل "دہشت گردی کو انعام" بخشا ہے، ان تین یورپی ممالک کی طرف سے فلسطین کو آزاد ریاست تسلیم کرنے سے دیگر یورپی ممالک کو بھی تقویت ملے گی کہ وہ بھی ایسا کریں، واضح رہے کہ اقوام متحدہ کے رکن ممالک میں سے 140 سے زائد فلسطین کو ایک آزاد ریاست تسلیم کرتے ہیں، بلغاریہ، قبرص، چیک ری پبلک، مالٹا، پولینڈ اور رومانیہ نے یورپی یونین کے رکن بننے سے قبل ہی فلسطین کو بطور ریاست تسلیم کر رکھا تھا جبکہ سویڈن نے سن 2014 میں یہ قدم اٹھایا تھا، سلوویہ نے کہا ہے کہ وہ جمعرات کے روز اپنے فیصلے کا اعلان کرے گا کہ آیا وہ بھی فلسطین کو بطور ریاست تسلیم کرلے گا (ایجنسی)

طبی یونٹ کی بروقت کارروائی، بنگلہ دیشی اور انڈونیشی عازمین کو بچا لیا گیا

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں صحت عملے نے بروقت علاج کر کے بنگلہ دیشی اور انڈونیشی عازمین کو بچا لیا، عاجل ویب سائٹ کے مطابق مکہ ہیلتھ سینٹر کے تحت کنگ عبداللہ میڈیکل سٹی کے ہارٹ ہیلتھ سینٹر کی طبی ٹیم نے ایک 60 سالہ بنگلہ دیشی عازم حج کو بروقت طبی امداد فراہم کی جسے دل کا شدید دورہ پڑا تھا، مکہ مکرمہ کے ہیلتھ سینٹر میں لائے جانے والے مریض کو سینے میں شدید درد کی شکایت تھی، ابتدائی طبی معائنہ پر پتہ چلا کہ اسے انجماد خون کے باعث دل کا دورہ پڑسکتا ہے، جس کے بعد فوری طور پر کنگ عبدالعزیز ہسپتال اور وہاں سے شاہ عبداللہ میڈیکل سٹی کے ایمرجنسی سینٹر میں کارڈیک کیتھرائزیشن ڈیپارٹمنٹ نے ہاٹ لائن کے ذریعے ٹیم کو متحرک کیا اور 45 منٹ کے اندر اس کی مین شریان کو سٹنٹ کے ذریعے کھول دیا گیا، اب بنگلہ دیشی عازم کی حالت بہتر ہے۔ (نیوز اردو)

سنگاپور ایئر لائنز کی پرواز کا توازن بگڑنے کی وجہ 'کشش ثقل میں تبدیلی'

سنگاپور ایئر لائنز کی فلائٹ ایس کیو 321 کی گذشتہ ہفتے لندن سے سنگاپور آتے ہوئے فضا میں توازن بگڑنے کے بعد ہنگامی لینڈنگ کی تحقیقات کے ابتدائی نتائج سامنے آ گئے ہیں، خبر رساں ادارے روئٹرز کے مطابق بوئنگ ای آر 777-300 طیارے کے کشش ثقل کی قوت میں تبدیلی کے باعث اچانک 54 میٹر نیچے آنے سے ایک مسافر دل کا دورہ پڑنے سے ہلاک اور درجنوں زخمی ہوئے تھے، سنگاپور کی وزارت ٹرانسپورٹ نے بدھ کو بتایا ہے کہ طیارے کو میانمار کے اوپر دوران پرواز اچانک نازک صورتحال کا سامنا کرنا پڑا جس کے بعد فلائٹ کو بینکاک ایئر پورٹ پر ہنگامی لینڈنگ کرائی گئی، مزید تحقیقات جاری ہیں، بوئنگ 777-300ER کی اس پرواز میں 211 مسافر اور عملے کے 18 افراد سوار تھے، طیارہ اچانک نیچے آنے سے کئی مسافر چھت اور سامان کے کیبن سے ٹکرا کر زخمی ہوئے، وزارت نے سنگاپور کے ٹرانسپورٹ سیفٹی انویسٹی گیشن بیورو کی ایک رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا ہے 'کشش ثقل میں اچانک قوت آجانے سے جہاز تیزی سے نیچے آیا اور توازن برقرار نہ رکھنے کے باعث ہچکولے کھانے لگا جس کے باعث وہ مسافر جو سیٹ بیلٹ نہیں لگائے ہوئے تھے، اپنی نشستوں سے اچھل گئے اور کیبن کا سامان بکھر گیا (ایجنسی)

ایران: صدارتی انتخابات کے لیے رجسٹریشن کا آغاز

ابراہیم رئیسی کی ہیلی کاپٹر حادثے میں ہلاکت کے سبب خالی ہونے والے صدارتی عہدے پر انتخابات کے لیے ایران میں کاغذات نامزدگی جمع کرانے کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے، ایران میں 28 جون کو ہونے والے صدارتی انتخابات میں حصہ لینے کے خواہش مند امیدواروں کے لیے رجسٹریشن کی پانچ روزہ مدت جمعرات 30 مئی کو شروع ہوگئی ہے، نئے منتخب ہونے والے صدر ابراہیم رئیسی کی جگہ لیں گے، جو گزشتہ ماہ کے اوائل میں ایک ہیلی کاپٹر حادثے میں ہلاک ہو گئے تھے، رئیسی کے ساتھ وزیر خارجہ حسین امیر عبداللھیان ہلاک ہوئے تھے۔ (ایجنسی)

محمد اسعد اللہ قاسمی

تعلیم و روزگار

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ٹراپیکل میٹرولوجی 53 آسامیوں کے لیے اشتہار جاری

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ٹراپیکل میٹرولوجی (آئی آئی ٹی ایم) پونے، جو کہ وزارت ارتھ سائنسز، حکومت ہند کے تحت کام کرتا ہے، نے 53 آسامیوں پر بحالی کے لیے اشتہار جاری کیا ہے، اس کے تحت پروجیکٹ سائنٹسٹ، ٹریننگ کوآرڈینیٹر، سینئر پروجیکٹ ایسوسی ایٹ، پروجیکٹ ایسوسی ایٹ، ریسرچ ایسوسی ایٹ کے عہدوں پر تقرریاں کی جائیں گی، یہ بھرتیاں ایک سال کے لیے کنٹریکٹ کی بنیاد پر کی جائیں گی، اہل اور دلچسپی رکھنے والے امیدوار آن لائن درخواست دے سکتے ہیں، آن لائن درخواست کی آخری تاریخ: 18 جون 2024، درخواست کی فیس کسی بھی قسم کے امیدواروں کے لیے نہیں ہے، ویب سائٹ: www.tropmet.res.in، ای میل: recruit_cdd@tropmet.res.in

(BGSYS) نے اکاؤنٹنٹ کم IT اسسٹنٹ کی 6570 آسامیوں پر بھرتی کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں

بہار گرام سوراج یوجنا سوسائٹی (BGSYS) نے اکاؤنٹنٹ کم IT اسسٹنٹ کی 6570 آسامیوں پر بھرتی کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں، اس بحالی مہم کے تحت بہار کی تمام پنچایتوں میں ایک ایک عہدے پر تقرر کیا جائے گا، مرد اور خواتین دونوں امیدوار درخواست دینے کے اہل ہوں گے، اس کا اشتہار نمبر ہے 1092/2023/Part2/198، خالی آسامیوں کی تعداد میں اضافہ/کم کیا جا سکتا ہے، یہ تقرریاں زیادہ سے زیادہ تین سال کے لیے کنٹریکٹ کی بنیاد پر کی جائیں گی، منتخب امیدوار کو بہار کی کسی بھی پنچایت میں مقرر کیا جا سکتا ہے، تمام قسم کے تحفظات کا فائدہ صرف بہار کے اصل باشندوں کو ملے گا، دوسری ریاستوں کے امیدوار غیر محفوظ زمرے میں درخواست دینے کے اہل ہوں گے، اہل اور دلچسپی رکھنے والے امیدوار آن لائن درخواست دے سکتے ہیں، درخواست دینے کی آخری تاریخ 09 جون 2024 ہے، اس سے قبل درخواست دینے کی آخری تاریخ 29 مئی 2024 تھی، درخواست کی فیس عام زمرہ/EWS زمرہ/EBC/BC زمرہ کے مرد امیدواروں کے لیے 500 روپے، SC/ST زمرہ نیز خواتین اور معذور کے لیے 250 روپے، ویب سائٹ: bgsys.bihar.gov.in ای میل: bgsys@onlineregistrationforn، ہیلپ لائن نمبر: 0265-6118149/6118150۔

کانسٹیبل سمیت 144 آسامیوں کے لئے فارم بھریں

بارڈر سیکوریٹی فورس (BSF) نے گروپ بی اور گروپ سی کے تحت 144 عہدوں پر بحالی کے لئے نوٹیفکیشن جاری کیا ہے، اس کے تحت بی ایس ایف کانسٹیبل، انسپکٹر، لائبریرین اور ایس آئی سمیت مختلف عہدوں پر بحالیاں کی جائیں گی، خواہش مند امیدوار سرکاری ویب سائٹ پر جا کر آن لائن درخواست دے سکتے ہیں، درخواست دینے کی آخری تاریخ ۱۷/جون ۲۰۲۴ء ہے، درخواست کی فیس گروپ بی کے امیدواروں کے لئے 200 اور گروپ سی کے امیدواروں کے لئے 100 روپئے ہے، ایس سی ایس ٹی اور خواتین کے لئے کوئی فیس نہیں ہے، فیس آن لائن ادا کی جائے گی، ویب سائٹ: https://rectt.bsf.gov.in

کنسلٹینٹ کے 5 عہدوں کے لئے درخواست مطلوب

نیشنل ٹیکنیکل ریسرچ آرگنائزیشن (NTRO) نئی دہلی نے کنسلٹ کے مختلف عہدوں پر بحالی کے لئے درخواست طلب کیا ہے، خالی عہدوں کی تعداد 5 ہے، منتخب امیدواروں کو دہلی میں بحال کیا جائے گا، خواہش مند امیدوار 24 جون 2024 تک اپنی درخواست اور دیگر کاغذات متعینہ پتہ اسسٹینٹ ڈائریکٹر نیشنل ٹیکنیکل ریسرچ آرگنائزیشن اولڈ جے این یو کیمپس نئی دہلی، 110067 پر ارسال کریں، ڈاک کے ذریعہ درخواست موصول ہونے کی آخری تاریخ 24 جون 2024 ہے، ویب سائٹ: https://ntro.gov.in،

اعلان داخلہ

مولانا منت اللہ رحمانی میموریل ٹیکنیکل انسٹی چیوٹ (ITI) ایف سی آئی روڈ، پھلواری شریف پٹنہ میں درج ذیل دوسالہ ٹریڈ کے سال 2024 میں داخلہ کے لئے میٹرک پاس طلبہ حسب ذیل نمبرات پر رابطہ کر سکتے ہیں: (۱) الیکٹرونکس (۲) فیٹر (۳) ڈرافٹسمین سول (۴) الیکٹریشین (۵) ریفریجریشن اینڈ ائیر کنڈیشننگ (۶) پلمبر (ایک سال)

رابطہ کے لئے نمبرات:

9570971277، 9304924575

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

قاری ابوالبشر صاحب کی پوری زندگی خدمت قرآن مجید میں گزری: حضرت امیر شریعت

قاری ابوالبشر صاحب نے تین دہائیوں سے زیادہ انجمن حمایت اسلام مونگیر کی تعلیمی وملی سرگرمیوں میں گزارا اور شوال کے پہلے عشرہ تک انجمن میں رہ کر خدمت کی، ادھر ایک ماہ سے علیل تھے اور اپنے وطن کٹھری بیگوسرائے میں مقیم تھے، ان خیالات کا اظہار حضرت امیر شریعت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب دامت برکاتہم نے اپنے تعزیتی پیغام میں کیا، انہوں نے فرمایا کہ آج انجمن اپنے ایک ایسے مخلص ذمہ دار اور خادم قرآن سے محروم ہوگیا جنہوں نے تقریباً تین دہائیوں سے زیادہ انجمن کی تعمیر وترقی میں بھرپور وقت لگایا، والد بزرگوار حضرت امیر شریعت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی کی ہدایات جناب شاہ لطیف الرحمٰن صاحب، جناب شاہ نجم عزیز نجمی صاحب مکھیا کمال حسن صاحب اور شاہ محمد صدیقی صاحب کی نگرانی میں انجمن کے امور کو بحسن وخوبی انجام دیا، قاری صاحب بافیض استاد تھے ان کے شاگردوں کی ایک بڑی جماعت علمی اور رفاہی خدمت انجام دے رہی ہے، داداجان حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی سے بیعت تھے اور والد صاحب سے دوبارہ بیعت اور سلوک کی تعلیم حاصل کی اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے آمین

انجمن کے سکریٹری محترم جناب شاہ نجم عزیز نجمی صاحب نے بھی اظہار غم کرتے ہوئے کہا کہ مرحوم قاری صاحب انجمن کی تعمیر وترقی اور تعلیم میں اپنی زندگی کا قیمتی وقت صرف کیا، انہیں حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی کا اعتماد حاصل تھا یتیم ونادر بچوں کی تربیت اپنی اولاد کی طرح کرتے تھے، شاہ محمد صدیقی صاحب نائب صدر انجمن حمایت اسلام نے بڑے درد کے ساتھ کہا کہ قاری صاحب کی خصوصیات کو اپنانا چاہیے ان کے جیسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں، انہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ انجمن کیلئے وقف کر رکھا تھا اور حافظ سراج الحق صاحب کے وصال کے بعد انجمن کی سرگرمیوں میں بنیادی کردار ادا کرتے ہوئے رخصت ہوگئے اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے آمین

انجمن کے جوائنٹ سکریٹری جناب الحاج حافظ محمد امتیاز رحمانی صاحب نے قاری صاحب کی شخصیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ قاری ابوالبشر صاحب اپنے والد بزرگوار قاری صدیق صاحب سابق استاذ مدرسہ تجوید القرآن مونگیر کے سچے جانشین تھے، مدرسہ بدرالاسلام بیگوسرائے میں تعلیمی خدمات کے بعد انجمن حمایت اسلام تشریف لائے، قاری صاحب ان بزرگوں میں تھے جن پر حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی کی نگاہ شفقت رہی اور جنہیں مرشد گرامی امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی کا اعتماد حاصل تھا اور انہیں ان کی خدمات کی وجہ کر بہت عزیز رکھتے تھے، بچپن سے جن بزرگوں نے میری تعلیم وتربیت پر والد صاحب کو متوجہ کیا اس میں قاری صاحب بھی شامل تھے، انجمن کے بچوں پر شفقت بھری نگاہ رکھتے تھے تین دہائیوں سے زیادہ عرصہ انجمن کے طلبہ کی دینی تربیت میں ان کا گذرا اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے آمین۔

قاری صاحب کے جنازے میں شرکت کیلئے حضرت امیر شریعت مدظلہ کی ہدایت پر ایک وفد جامعہ رحمانی مونگیر سے مولانا عبدالعظیم صاحب رحمانی کی قیادت میں، دوسرا وفد طلبہ واساتذہ کا انجمن حمایت اسلام سے سکریٹری صاحب کی سربراہی میں حاضر ہوا، بعد نماز عصر ان کے آبائی وطن کٹھری بیگوسرائے میں تدفین عمل میں آئی، احباب ومخلصین سے دعا مغفرت کی درخواست ہے۔

بہار سے پارلیمنٹ میں مسلم نمائندگی باعث تشویش

جاوید اختر

بہار کی سیاست میں مسلم نمائندگی دھیرے دھیرے سمٹتی جارہی ہے۔ بہار میں ذات پر مبنی سروے 2023ء کے مطابق ریاست میں مسلم آبادی 17.7 رفیصد ہے۔ آبادی کے اس تناسب میں بہار کی 40 لوک سبھا سیٹوں میں کم از کم 7 پر مسلم نمائندگی ہونی چاہئے۔ 1952ء سے اب تک کے عام انتخابات میں متحدہ بہار میں لوک سبھا کی 54 سیٹوں میں 1984ء میں سب سے زیادہ 8 امیدوار منتخب ہوکر پارلیمنٹ پہنچے تھے۔ لوک سبھا انتخابات 2014ء میں مختلف سیاسی پارٹیوں کے مسلم نمائندگان کی تعداد صرف چار تھی، جبکہ 2009ء کے عام انتخابات میں بہار سے صرف تین مسلم نمائندگان منتخب ہوئے تھے۔

قابل ذکر ہے کہ 2000ء میں جھارکھنڈ الگ ریاست بننے سے قبل متحدہ بہار میں لوک سبھا کی کل سیٹوں کی تعداد 54 ہوتی تھی۔ 1952ء سے 1999ء تک متحدہ بہار میں 54 لوک سبھا سیٹوں کے لئے انتخابات ہوتے تھے، جس میں 1984ء کے لوک سبھا انتخابات میں سب سے زیادہ 5 رمسلم نمائندگان جیت کر پارلیمنٹ پہنچے تھے۔ جھارکھنڈ کے الگ ہونے کے بعد سب سے پہلے 2004ء میں بہار میں لوک سبھا کی 40 رسیٹوں کے لئے انتخابات ہوئے تھے جس میں 5 مسلم نمائندگان کامیاب ہوئے تھے۔ اس کے بعد 2009ء کے لوک سبھا انتخابات میں مسلم نمائندگان کی تعداد کم ہوکر صرف 3 ہوگئی او 2014ء میں مسلم ارکان پارلیمنٹ کی تعداد 4 تھی جو آبادی کے تناسب میں 50 فیصد سے بھی کم تھی۔

مسلم نمائندگی کم ہونے کی وجوہات سیاسی ماہرین مانتے ہیں کہ آزادی کے بعد سے ہی عام انتخابات اور اسمبلی انتخابات میں مسلم نمائندگی کو نظر انداز کرنے کا رجحان رہا ہے۔ متعدد وجوہات سے حالیہ انتخابات میں یہ رجحان اور بھی پروان چڑھتا دکھائی دے رہا ہے۔ لوک سبھا انتخابات 2024ء میں مسلم یادو صف بندی کا دعویٰ کرنے والی پارٹی آر جے ڈی نے اپنی 23 سیٹوں میں سے صرف دو پر مسلم امیدوار شاہنواز عالم اور علی اشرف فاطمی کو جبکہ جے ڈی یو نے اپنی 16 سیٹوں میں سے صرف ایک مسلم امیدوار مجاہد عالم کو میدان میں اتارا ہے۔ البتہ کانگریس نے اپنی 9 سیٹوں میں سے 2 مسلم لیڈروں کو امیدوار بنایا ہے۔ ایم آئی ایم نے 11 رامیدواروں میں کم از کم پانچ مسلم امیدواروں کو ٹکٹ دیا۔ بی جے پی، ایل جے پی اور ہندوستانی عوام مورچہ نے ایک بھی مسلم امیدوار کو ٹکٹ نہیں دیا۔ مسلم دانشوروں کا کہنا ہے کہ ایوانوں میں مسلم نمائندگی کم ہونے کی وجہ سے ان کے عام مسائل میں بھی اضافہ ہورہا ہے۔ اس سلسلہ میں بہار قانون ساز کونسل کے رکن آفاق احمد خان کہتے ہیں کہ موجودہ ماحول میں سیکولر پارٹیاں مسلم لیڈر کو ٹکٹ دینے سے گریز کرتی ہیں تاکہ فرقہ پرست پارٹیاں اسے منھ بھرائی کی سیاست کی جھوٹی تشہیر سے عوام کے ذہن کو پراگندہ نہ کرسکیں۔ اگرچہ ان کا یہ نظریہ درست نہیں ہے اور عوام اسے پسند نہیں کرتے، تاہم اس کے باوجود مسلم لیڈر شپ فی الحال اسی زد کا شکار ہے۔ سیکولر سیاسی پارٹیوں کو اس خوف سے باہر نکل کر مسلم امیدواروں کو ٹکٹ دینا چاہئے۔ آر جے ڈی کے ریاستی ترجمان اعجاز احمد کا کہنا ہے کہ مناسب نمائندگی کے لئے مسلم آبادی کو بھی اپنے ووٹوں کی اہمیت سمجھنی ہوگی، صرف یکمشت ووٹ ڈالنے اور جذباتی نعروں کی رو میں بہہ جانے کی بجائے انہیں ان پارٹیوں کے نمائندگان کی طاقت بڑھائی ہوگی، جو مسلمانوں کے حقوق کی لڑائی لڑ رہے ہیں۔ آر جے ڈی سے موجودہ عام انتخابات میں صرف دو مسلم امیدواروں کو ہی ٹکٹ دیئے جانے پر انہوں نے کہا کہ فرقہ پرست پارٹیوں کو شکست دینے کے لئے فی الحال یہ حربہ ضروری ہے ورنہ منھ بھرائی کا الزام لگانے اور ہندو مسلم کے مابین منافرت پھیلانے والی پارٹیوں کو اس کا فائدہ حاصل ہوگا، انہیں طاقت ملے گی۔

بہار قانون ساز کونسل کے رکن پروفیسر غلام غوث کہتے ہیں کہ ریاست میں مسلمانوں کی اچھی خاصی آبادی والے حلقے کو ریز روکرنا مسلم نمائندگی کو ہی کم کرنے کی سازش ہے۔ مظفرپور اور بھاگل پور میں کثیر مسلم آبادی کے باوجود سیاسی پارٹیاں مسلمانوں کو ٹکٹ نہیں دیتیں۔ ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ جمہوریت نہیں ہوگی تو ڈکٹیٹر شپ ہوگی۔ اس بار کا انتخاب جمہوریت بچاؤ کی بنیاد پر ہوا ہے۔ اس لئے عوام نے بھی سوچ سمجھ کر ووٹ ڈالا۔ جے ڈی یو کے چیف ریاستی ترجمان اور ایم ایل سی نیرج کمار نے کہا کہ گٹھ بندھن کی کچھ اپنی مجبوریاں ہوتی ہیں۔ اس میں ذات اور مذہب کی بنیاد پر ٹکٹ نہیں بانٹے جاتے۔ بی جے پی کے منھ سیاسی بیان سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ الزام درست نہیں کہ ہماری پارٹی بی جے پی کے دباؤ میں اقلیتوں کو مناسب سیاسی نمائندگی نہیں دیتی۔ ہماری پارٹی نے اقلیتوں کی ترقی کے لیے مسلسل کام کیا ہے اور وزیر اعلیٰ نتیش کمار کھلے عام بار بار یہ باتیں کرتے ہیں۔ ہماری پارٹی بلا امتیاز بھی ذات ومذہب کی ترقی کے لیے کام کررہی ہے اور یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ بی جے پی کے ساتھ رہنے یا نہ رہنے سے اقلیتوں کی ترقی متاثر نہیں ہوسکتی۔ یادرہے کہ امسال کی طرح 2019ء کے عام انتخابات میں بھی جے ڈی یو نے ایک ہی مسلم امیدوار کو ٹکٹ دیا تھا۔ جے ڈی یو کے سینئر لیڈر جگ نارائن یادو نے کہا کہ نتیش کمار نے 16 رامیدواروں میں سے ایک مسلم امیدوار کو ٹکٹ دیا ہے، حالانکہ وہ ایک سیٹ بھی بچانا مشکل لگ رہا ہے۔ این ڈی اے میں ہونے کی وجہ سے مسلم ووٹ ہماری پارٹی کو ایک دو فیصد سے زیادہ نہیں ملتے، جبکہ مسلم آبادی کی تعلیم اور ترقی کے لیے سب سے زیادہ ہماری پارٹی ہی کام کرتی ہے۔ کانگریس لیڈر پریم چند مشرا نے مانا کہ سیکولر پارٹیوں نے مسلم آبادی کی نمائندگی کو نظر انداز کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جس سماج سے بھر بھر کر ووٹ ملتے ہیں انہیں نظر انداز کرنا مناسب نہیں اس بار کے انتخابات میں بھی صحیح طریقے سے ٹکٹ کی تقسیم نہیں ہوئی۔ اس میں صرف مسلم ہی نہیں، بلکہ اپوزیشن اتحاد کی جانب سے برہمن اکثریتی انتخابی حلقوں سے بھی کسی برہمن کو ٹکٹ نہیں دیا گیا ہے۔ سیکولر پارٹیوں کو اس پر لازمی طور پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

اس سلسلے میں آل انڈیا مجلس اتحاد المسلمین کے ریاستی صدر اختر الایمان کا ماننا ہے کہ سیکولر پارٹیاں بھی بی جے پی کے ہندوتو کے اصول پر عمل کرنے لگی ہیں۔ پہلے جتنے مسلم امیدوار پارلیمنٹ میں جیت کر جاتے تھے اب اتنے امیدواروں کو ٹکٹ بھی نہیں دیئے جاتے۔ نام نہاد سیکولر پارٹیاں ہندو ووٹ کھودینے کے خوف سے مسلمانوں اور ان کے مسائل سے کنارہ کشی اختیار کرنے لگی ہیں۔ ملک میں مذہبی جنون، ذاتیات اور علاقائیت کے بڑھتے رجحان کے سبب قومیت کا جذبہ دن بہ دن کم ہوتا جارہا ہے، جو ملک کے لیے بڑا نقصان ہے۔ سیکولر پارٹیوں کا سیکولرازم آدھا ادھورا اور کمزور ہے، اس لئے اب انتخابات میں وہ مسلم امیدواروں کو ٹکٹ دینے سے گریز کررہی ہیں صحیح معنی میں اب ملک میں کوئی سیکولر پارٹی نہیں ہے۔

Scanned with CamScanner

کامیاب زندگی کی بنیاد کردار پر منحصر ہے

ڈیل کارنیگی

اس بات کو سب لوگ جانتے ہوں گے کہ کردار کسے کہتے ہیں؟ یا اچھا اور برا کردار کس شئے کا نام ہے؟ اس کا جواب دو لفظوں میں تو نہیں دیا جا سکتا لیکن جب آپ کی ذات میں مخفی تمام صفات اپنے اپنے جوہر یکجا کر لیتے ہیں تو کردار بنتا ہے اور یہی کردار کسی انسان کو دوسروں سے ممتاز کر کے افضل و اعلیٰ بناتا ہے۔ جس کا کردار اچھا ہوتا ہے اس شخص کو سب لوگ پسند کرتے ہیں اور برے کردار کے حامل اشخاص سے دنیا کا ہر انسان نفرت کرتا ہے۔ یہ پسند اور ناپسند فطری امر ہیں۔ کردار ایسا عمل ہے جو ایک انسان کے گرد مخلص احباب کا حلقہ پیدا کر دیتا ہے، جب کہ کردار ہی کی بدولت کسی شخص کے سائے سے بھی لوگ دور دور رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ اس بات کو اچھی طرح سمجھ چکے ہوں گے کہ جس کے گرد اگر احباب جمع رہتے ہیں اس کا کردار اچھا اور جس سے لوگ دور رہتے ہیں اس کا کردار برا ہے۔

میں اس بات کی وضاحت بھی کرتا چلوں کہ کردار نہ تو پیدائشی طور پر پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی یہ کسی کو وراثت میں ملتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے ذہن میں ایسا خیال رکھتا ہے تو وہ یقیناً غلطی پر ہے اور کسی کی ناکام زندگی کا باعث بھی ان کی یہی سوچ ہو سکتی ہے۔ جب کہ اصل بات یہ ہے کہ کردار کی تعمیر ہر شخص خود کرتا ہے اور اپنی زندگی کا ہر لمحہ اپنے کردار کی تعمیر میں صرف کرتا رہتا ہے۔ یعنی جب وہ افعال بد انجام دیتا ہے تو اس کو برا کردار کہا جاتا ہے اور جب نیک اعمال انجام دیتا ہے تو اچھا کردار بنتا ہے۔ یہ بات بھی ضروری نہیں کہ جو شخص جوانی میں برے کردار کا مالک ہو بڑھاپے میں اس کو اچھے کردار میں تبدیل کر سکتا ہے اور اسی طرح عالم شباب کا اچھا کردار اپنی غلطیوں کی وجہ سے برے کردار میں بدلا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس کا بات کرنا، کام کرنا یا سوچنا ایسے عوامل ہیں، جو کردار کو بناتے ہیں، لہٰذا معلوم ہوا کہ کسی انسان کی گھٹیا حرکات اور برے خیالات اس کے کردار کو ناپسندیدہ یا برا بنانے میں معاون ہوتے ہیں جب کہ ہر نیک اور اچھا عمل صاف ستھرے پاکیزہ خیالات اور تصورات سے کردار میں بلندی پیدا ہوتی ہے۔ ایک شاعر نے اپنے شعر میں کردار کے مفہوم و مطلب کی مکمل تشریح یوں کی ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اگر کوئی شخص یہ خیال کرتا ہے کہ کردار کا تعلق مافوق الفطرت طاقتوں سے ہے تو یہ بھی اس کی غلطی ہے۔ ایسا ہرگز ہرگز نہیں ہوتا۔ کردار تو انسان کی اچھی اور بری عادات اور خیالوں کا عکس ہوتا ہے۔ اس کی اچھی یا بری عادتوں کے لئے انسان کو خود فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ اگر وہ تخریبی عوامل سے کنارہ کشی اختیار کرے گا تو اچھا کردار تعمیر کر سکتا ہے۔ بصورت دیگر برا کردار ہی اس کا مقدر بنے گا۔ انسان کو ہر وقت اپنا احتساب کرتے رہنا چاہیے اور اپنی ناپسندیدہ اور بری عادات کو خیر باد کہنے کی تگ و دو میں لگے رہنا چاہیے اور حتی المقدور کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اس میں کامیابی اور کامرانی بھی حاصل کرے۔ کردار کی تعمیر کے لئے جب آپ کوئی حتمی فیصلہ کر لیں تو پھر لازم ہے کہ اپنے کئے ہوئے فیصلہ پر عمل بھی کریں اور اپنے ذہن میں یہ خیال بھی قائم رکھیں کہ آپ کو بلند کردار کا حامل انسان بننا ہے۔ اس لئے ہر گھڑی، ہر لمحہ چلتے پھرتے سوتے، جاگتے، اٹھتے بیٹھتے اپنے آپ کو تعمیری سوچ میں محور رکھیں اس دوران ہو سکتا ہے کہ کچھ تخریبی سوچیں آپ کے ذہن کو خراب کرنے کی کوشش کریں، لہٰذا ان پر حاوی ہونے اور قابو پانے کے لئے انسان کو جسمانی عمل سے مدد لینی چاہیے۔

کردار کی بلندی کے لئے دوسری کوشش یہ ہے کہ انسان اپنی بری عادات کو ترک کر دے اور یہ کوئی مشکل عمل نہیں۔ آپ اپنے طور پر یہ کوشش کرتے رہیں کہ بری عادتوں کو چھوڑ کر اچھی اور پسندیدہ عادات کو اپنائیں۔ اس کی ادنی سی مثال یہ ہے کہ اگر آپ کسی سے کوئی وعدہ کریں تو اسے ممکن طور پر نبھائیں، کسی کو ملاقات کا وقت دیں تو ملاقات کے لئے آنے والے کو مایوس نہ لوٹائیں۔ غور وفکر اور مستقل مزاجی بھی پسندیدہ عادات ہیں اور ہر انسان ان کا عادی بن سکتا ہے۔ اپنی روزمرہ زندگی کا ہر کام سنجیدگی سے غور کرنے کے بعد انجام دیں اور اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ جو کام بھی آپ کرتے ہیں یا کریں گے اس سے دوسرے لوگ بھی باخبر ہوں گے اور اس خیال کے تحت ہم اپنی بری اور ناپسندیدہ عادات سے پیچھا چھڑا سکتے ہیں اور اس کے بجائے ایسا کردار تعمیر کر سکتے ہیں جو کسی نیک اور اچھے انسان کے شایان شان ہوتا ہے۔

اس بات کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے کہ کسی انسان کے اچھے یا برے کردار کو ناپنے کے لئے ناموافق حالات ایک کسوٹی کا درجہ رکھتے ہیں۔ اگر کسی انسان کا کردار بلند ہو تو وہ ہر قسم کے حالات (خواہ وہ موافق ہوں یا ناموافق) کا مقابلہ ڈٹ کر کرتے ہوئے ہمیشہ اپنا سر بلند ہی رکھتا ہے۔ کسی کام میں ناکام رہتے ہوئے بھی وہ اپنی شکست تسلیم نہیں کرتا۔ خواہ اسے پر خار راہوں پر چلنا پڑے یا بحر ظلمات عبور کرنا ہو۔ وہ اپنا حوصلہ بلند ہی رکھتا ہے اور مایوسی نام کی کسی چیز کو اپنے گرد بھی بھٹکنے نہیں دیتا۔ اسے راہ میں کیسی ہی مشکلات پیش آئیں۔ ٹھوکریں کھانی پڑیں یا کوئی اور مصیبت برداشت کرنا پڑے، وہ اپنی لگن اور مستقل مزاجی کی منزل مقصود پہنچ کر دم لیتا ہے۔ ایسا انسان وقتی کامیابیوں پر کبھی بھی آپے سے باہر نہیں ہوتا تھے اور نہ ہی چھچھورے پن کا اظہار کرتا ہے۔ وہ برابر ہنستا مسکراتا ہوا اپنی منزل کی جانب رواں دواں رہتا ہے۔ ایسے ہی لوگ جہاں اپنی بہتری چاہتے ہیں وہاں دوسروں کی بھلائی کا خیال رکھتے ہیں۔ ان کے ذہنوں میں ہر دم ملک اور قوم کی فلاح و بہود کا جذبہ مچلتا رہتا ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کامیاب زندگی کی بنیاد کردار پر منحصر ہے، لیکن جب تک انسان کے سامنے کوئی منزل یا مقصد نہ ہو وہ کامیاب زندگی نہیں گزار سکتا۔ اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جس میں قابلیت بھی ہے، حوصلہ بھی ہے لیکن منزل اور مقصد کا فقدان ہے۔ وہ اپنے حوصلہ اور قابلیت کے بل بوتے پر اپنی بازی جیت تو لیتا ہے مگر جلد ہی وہ اسے ہار جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی منزل نہ تھی اور اپنی جیت پر قائم رہنے کی صلاحیت نہ تھی۔ یہ بات تو درست ہے کہ اس میں بازی جیتنے کی تمام خوبیاں اور صلاحیتیں بدرجہ اتم موجود تھیں لیکن اس کے پاس کردار نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ایک کامیاب انسان نہیں بن سکا۔ جس کا کردار نہیں وہ کامیاب تو بن سکتا ہے لیکن بہت جلد اسے ناموافق حالات سے مقابلہ کرتے ہوئے شکست کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ اسے ہم دوسرے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ موٹر کا انجن ہے، جو چل تو رہا ہے۔ لیکن کسی موٹر میں لگا ہوا نہیں بلکہ گیراج میں یا کسی ورکشاپ میں بے کار چل رہا ہے۔ اس کے چلتے رہنے سے نہ تو اس کے مالک کو فائدہ پہنچ رہا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کو یعنی وہ بلا مقصد چلتے رہنے میں پٹرول ضائع کر رہا ہے۔

آپ خود بھی یہ تجربہ کر سکتے ہیں کہ پہلے اپنے آپ کو ایک باکردار انسان بنائیں اور اس کے بعد اپنی منزل مقصود کو متعین کریں۔ اب آپ خلوص دل اور پوری لگن کے ساتھ اپنی منزل مقصود کے حصول کے لئے جدوجہد میں منہمک ہو جائیں، جب آپ اپنے یقین اور عمل کے ہتھیار لیکر منزل کی جانب قدم بڑھائیں گے تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ کی منزل آپ سے دور رہے۔

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

اسلام اور حقوق انسانی

پروفیسر اختر الواسع

حقوق انسانی سے متعلق عہد جدید میں رائج نظریات اور افکار کی تاریخ بہت قدیم نہیں ہے۔ جدید سماجی ماہرین کا خیال ہے کہ دوسری عالمی جنگ کے بعد سماجی بے اعتدالیوں اور ظلم و زیادتی و ناانصافی سے تنگ آکر کچھ لوگوں نے ایک ایسا راستہ تلاش کرنے کی کوشش کی، جو انسان کو معاشرتی جبر و عدوان اور پریشانیوں سے نجات دلا سکے۔ ساتھ ہی اس کے ذریعہ انسانی معاشرے میں عدل و انصاف اور امن و سکون کا بول بالا ہو۔ وہ راستہ توہمات سے نجات، روشن خیالی علم کا حصول، اس کا فروغ اور مذہبی رواداری کا تھا۔ ان کا مقصد ایک ایسے معاشرتی نظام کی تعمیر تھا، جو مذہب اور ذات پات کی بنیاد پر ایک گروہ کو دوسرے سے برتر نہ سمجھے، جو معاشرے کے تمام افراد، گروہوں اور مذاہب کی تکریم کرتا ہو۔ اسی لیے 10 دسمبر 1948 کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے ذریعہ حقوق انسانی کا ایک اہم اعلامیہ پاس کیا گیا، جس کے ذریعہ معاشرے میں بسنے والے ہر شخص کے بنیادی حقوق طے کیے گئے۔ اگر اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے، تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے انسانیت کو زندگی گزارنے سے متعلق، جو دستور فراہم کیا تھا اور اس دستور کے مطابق اللہ کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتماعی ترقی کی، جو مثال پیش کی تھی، اس کی اہمیت و افادیت اور معنویت آج بھی برقرار ہے۔

اسلامی تعلیمات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ انسان کو اجتماعی و سماجی زندگی گزارنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اس لیے وہ معاشرے میں بسنے والے تمام افراد کا ایک دوسرے کے اوپر حقوق متعین کرتا ہے، تاکہ ان حقوق کی ادائیگی کے ذریعہ انسانی معاشرے میں عدل و انصاف اور امن و سکون قائم ہو سکے۔ اسی حوالے سے اگر دیکھا جائے تو اسلام کی تمام عبادتیں انفرادی کے بجائے اجتماعی طور پر فرض کی گئیں اور ان کو اجتماعی شکل میں ہی انجام دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسلام میں بنیادی عقائد اور عبادات کے بعد جس بات کو سب سے اہم بتایا گیا ہے، وہ انسان کی عملی اور اجتماعی زندگی ہے۔ قرآن اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مختلف مقامات پر اچھی اور اعلیٰ اجتماعی زندگی گزارنے کا حکم دیا گیا ہے، ساتھ ہی یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ دنیا اور آخرت کی کامیابی کا انحصار بھی اسی پر ہے۔ حقیقت میں بنیادی عقائد انسان کی فکری اور ذہنی کیفیت کو درست کرتے ہیں، جب کہ عبادات ایک قسم کی تربیت ہیں اور ان دونوں کے اثرات سے انسان کی اجتماعی اور عملی زندگی درست ہو جاتی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے ذریعہ انسانی معاشرے میں رہنے والے ہر شخص کے فرائض اور حقوق متعین کیے گئے ہیں، ساتھ ہی ان کی ادائیگی کے لیے بھی انھیں ابھارا گیا ہے۔ تاکہ ہر شخص کو اس کا حق مل جائے اور انسانی معاشرے میں عدل و انصاف اور امن و سکون قائم ہو سکے۔ اسلام نے ایک انسان کے اوپر بیوی بچوں، والدین، پڑوسیوں، رشتے داروں، عام مسلمانوں اور پوری انسانیت کے علاوہ جاندار و بے جان چیزوں اور خود اپنی جان کے حقوق متعین کر کے ان کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ اسلامی تعلیمات اور تاریخ میں اس کی سب سے عمدہ مثال اللہ کے آخری رسول حضرت محمد صلی الہ سلم کا وہ خطبہ ہے، جو انھوں نے 632 میں اپنے پہلے اور آخری حج کے موقع پر مکہ میں دیا تھا۔ یہ پیغام وحدت انسانی کا ایک ایسا عالم گیر اعلامیہ تھا، جسے انسانی تہذیب کے روحانی، فکری اور تعمیری ترقی کا مینارہ نور کہا جا سکتا ہے۔

Scanned with CamScanner

ہندوستان کا حالیہ پارلیمانی انتخاب اور مسلمان

عبدالماجد نظامی

2024 کے عام انتخاب کے مراحل پایۂ تکمیل کو پہنچ چکے ہیں اور 4 جون تک یہ واضح بھی ہو جائے گا کہ اس کا نتیجہ کس سیاسی خیمہ کے حق میں جائے گا۔ البتہ نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو لیکن جمہوریت کو بچائے رکھنے کے عمل میں ملک کے شہریوں نے جس طریقہ سے حصہ لیا ہے، اس سے اتنا اندازہ تو ضرور ہو جاتا ہے کہ ان میں اس نظام کے تحفظ کا جذبہ باقی ہے۔ حالانکہ اس انتخابی عمل میں حصہ لینے والوں کی شرح میں نسبتاً کمی آئی ہے لیکن اس کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں جن کے ذکر کرنے کا اب یہ موقع نہیں ہے، لیکن اتنا کہنا تو حق بجانب ہوگا کہ جمہوری نظام حکومت میں عوام کی رائے کی اہمیت سب سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ حکومت کی تشکیل میں عوام کی شرکت کلیدی کردار نبھاتی ہے۔ عوام کی اس حق رائے دہی کا احترام کامیاب جمہوریتوں میں عموماً کیا جاتا ہے اور پالیسی سازی کے وقت عوامی نمائندگان اس بات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں کہ انتخاب کے لیے جو منشور شائع کیا گیا تھا، اس پر عمل درآمد کیا جائے تا کہ اگلے انتخاب میں جب وہ عوام سے دوبارہ روبرو ہوں تو ان کے سامنے رپورٹ کارڈ پیش کریں اور مزید ترقی وفلاح و بہبود کے لیے کوشاں رہنے کا یقین دلا سکیں۔ ہندوستانی جمہوریت کے سامنے مسائل گرچہ رہے ہیں لیکن اس کو کامیاب جمہوریتوں کی فہرست میں اس لیے شمار کیا جاتا رہا ہے کیونکہ عوام کی رائے کے احترام میں یہاں حکومتیں بدلتی رہی ہیں۔ جمہوری ادارے بھی نسبتاً آزادی کے ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔ لیکن گزشتہ ایک دہائی کے اندر جو بدلاؤ ملک عزیز کی سیاست میں آیا اور تشدد پسند ہندوتو کے زیر اثر پورے ملک کے مزاج اور رویہ میں جو ناقابل یقین تبدیلیاں پیدا ہوئیں ان کے پیش نظر وثوق کے ساتھ یہ کہنا ممکن نہیں ہے کہ ہندوستان کی جمہوریت کو آج بھی عالمی سطح پر وقار کا وہی درجہ حاصل ہے جو 2014 سے قبل کے برسوں میں حاصل تھا۔ یہ بات کسی ذاتی عناد یا ہندوتو کے نظریہ سے عدم اتفاق کی بنیاد پر نہیں کہی جا رہی ہے بلکہ اس کی پشت پر موجود قومی اور بین الاقوامی سطح کے تھنک ٹینکوں کے تجزیوں اور اس موضوع پر گہری نظر رکھنے والے سیاسی ماہرین کی ان تحریروں سے صاف واضح ہے جو وقتاً فوقتاً ملک اور بیرون ملک کے ذرائع ابلاغ میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ ان تمام تجزیوں اور مطالعوں میں ایک بات پر خاص طور سے روشنی ڈالی گئی ہے کہ ملک کی مسلم اقلیت کے دستوری حقوق کی حفاظت کرنے میں موجودہ سرکار نہ صرف ناکام رہی ہے بلکہ مسلم اقلیت کی مذہبی آزادی پر خاص طور سے پابندیاں عائد کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مسلمانوں کے طرز معاش ولباس سے لے کر ان کے بودوباش اور عقیدہ وفکر کا کوئی پہلو ایسا نہیں بچا جو ہندوتو کی سیاست کے زیر اثر شدید طور پر متاثر نہ ہوا ہو۔ لیکن اس سے زیادہ سنگین پہلو یہ سامنے آیا کہ مسلمانوں کو عوامی اور سیاسی زندگی سے الگ تھلگ کر دینے کی مہم چلائی گئی اور بڑی حد تک ہندوتو کی سیاست اس میں کامیاب بھی رہی۔ 2014 کے انتخاب کے بعد نئی وزارت عظمیٰ کے پہلے دور میں تو خود بعض مسلم مفکرین و دانشوران فرقہ پرستوں کے مسلم مخالف پروپیگنڈوں سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے کمیونٹی کو یہ مشورہ دینا شروع کر دیا کہ وہ اپنے حق رائے دہی تک سے دستبردار ہو جائیں تا کہ وہ بھارتیہ جنتا پارٹی کے حملوں کی زد میں نہ آئیں۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک ایسا مشورہ تھا جس میں خوف کی گہری نفسیات اور مسلم عوام میں موجود طول نفسی سے عدم واقفیت کا نتیجہ تھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بھارتیہ جنتا پارٹی کے دھمکی آمیز پروپیگنڈوں اور غیر دستوری بلکہ غیر اخلاقی مسلم مخالف بیانیہ کا اثر ملک کی اپوزیشن پارٹیوں پر نہیں پڑا۔ 2014 کے عام انتخاب میں ناکامی کے اسباب کا پتہ لگانے کے لیے کانگریس پارٹی نے جب اے کے انٹونی کی قیادت میں ایک کمیٹی تشکیل دی تھی تو بہت واضح الفاظ میں اس کمیٹی نے پارٹی کی ناکامی کے اسباب کو مسلمانوں کے سر منڈھنے کی کوشش کی تھی اور یہ کہا تھا کہ کانگریس پارٹی کو مسلمانوں کی پارٹی باور کرانے میں بی جے پی کامیاب ہو گئی تھی اور اسی لیے پارٹی کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ حالانکہ سیاسی مبصرین اس حقیقت سے واقف ہیں کہ اس وقت کی کانگریس میں داخلی انتشار اور پالیسی پیرالیسس کو اس کی شکست میں زیادہ دخل تھا۔

کانگریس پارٹی اس معاملہ میں اکلوتی پارٹی نہیں ہے جس نے اپنی شکست کے لیے مسلمانوں کو مورد الزام ٹھہرایا ہو۔ بہوجن سماج پارٹی کی مایاوتی بھی ماضی میں اس قسم کی رائے کا اظہار کر چکی ہیں۔ اس کی مزید مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ دراصل تشدد پسند ہندوتو اور فرقہ پرستی پر مبنی سیاست کے مقابلہ میں اپوزیشن پارٹیوں کا اس طرح کمزور پڑ جانا اور شہریوں کے اسی طبقہ کو مورد الزام ٹھہرانے کی غلطی کر بیٹھنا جو برسر اقتدار پارٹی کے نشانہ پر ہو، ایک کامیاب جمہوریت کی علامت نہیں مانا جائے گا۔ ان پارٹیوں کو چاہیے تھا کہ وہ ملک کی اقلیتوں بالخصوص مسلم اقلیت کے جائز دستوری حقوق کے تحفظ کو یقینی بناتیں اور جس محاذ پر بیجا ڈھنگ سے انہیں نشانہ بنایا جا رہا ہے، وہاں ان کا دفاع کرتیں۔ لیکن اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ اپوزیشن پارٹیوں نے بھی پوری خود اعتمادی کے ساتھ اپنا یہ کردار نہیں نبھایا۔ اس کے باوجود بھی ملک کی مسلم اقلیت نے نہایت اعلیٰ ظرفی، ہوشمندی اور سیاسی پختگی کا ثبوت دیا اور فرقہ پرست طاقتوں کے اشتعال انگیز بیانات یا ان کے ذریعہ کیے گئے حملوں سے طیش میں آ کر کوئی ایسا اقدام نہیں کیا جس سے فرقہ پرستوں کے مقاصد پورے ہوتے ہوں۔ اس کے برعکس مسلمانوں نے پورے ملک میں قابل ستائش صبر وضبط کا مظاہرہ کیا اور اپنے مسائل کے حل کے لیے دستور کی روشنی میں کوششیں شروع کر دیں۔ یہ فرقہ پرستی پر مبنی سیاست کا نقطۂ ابال تک پہنچ جانے کا ہی نتیجہ تھا کہ اس کمیونٹی کی خواتین نے زبردست سیاسی بصیرت اور پرامن سیاسی احتجاج کی ایسی مثال قائم کر دی کہ شاہین باغ تحریک کا نام مزاحمت کی علامت کے طور پر دنیا بھر میں جانا گیا۔ ان تلخ تجربات نے مسلم کمیونٹی میں خوف و ہراس پیدا کرنے کے بجائے اس کے اندر اپنے سیاسی، اقتصادی، سماجی، تہذیبی اور ثقافتی حقوق کے دفاع کی خاطر دستوری لڑائی لڑنے کا شعور پیدا کر دیا۔ اس کا اثر 2024 کے عام انتخاب میں بھی عام طور سے نظر آیا۔ مسلمانوں نے بڑی ہوشمندی سے اپنے اندرونی اختلافات کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے اور چھوٹی بڑی تمام مسلم تنظیموں نے اپنی اپنی سطح پر کمیونٹی کی رہنمائی کا قابل عمل لائحہ تیار کیا ہے اور بہت حد تک ان کے نفاذ کی کوشش کی ہے۔ مسلم جماعتوں اور سیاسی پارٹیوں نے بھی اس بار مسلم ووٹوں کو منتشر ہونے سے بچانے کی قابل تعریف کوشش کی ہے اور گزشتہ برسوں والی سیاسی افراتفری ان کے درمیان مفقود رہی ہے۔ اس کے ساتھ ہی تمام تر الزامات کے باوجود اس ملک کے سیکولر کردار کو بحال رکھنے میں مسلمانوں نے ہمیشہ کی طرح اپنا کام بحسن وخوبی انجام دیا ہے اور کسی بھی طرح کے منفی ردعمل سے خود کو بچائے رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فرقہ پرست سیاسی پارٹی اور اس کے اعلی لیڈران میں ایک درجہ کی جھنجھلاہٹ بلکہ بدحواسی پائی جاتی ہے اور وہ سمجھ نہیں پا رہے ہیں کہ فرقہ واریت کی بناء پر کس طرح سے ووٹوں کی تقسیم کا کھیل کھیلا جائے۔

اگرچہ 18 مئی کو ''دی انڈین ایکسپریس'' میں شائع لال منی ورما کے تجزیاتی مضمون سے واضح ہوتا ہے کہ کس طرح سے لگاتار مسلمانوں کی سیاسی نمائندگی کو گھٹانے میں تمام سیاسی پارٹیاں یکساں طور پر شریک ہیں اور مسلمانوں کو سیاسی اچھوت بنانے کی عملی کوششیں کی جا رہی ہیں لیکن اس کے باوجود اس ملک کی مسلم اقلیت نے مایوسی کا دامن نہیں تھاما ہے اور پختہ سیاسی شعور کا ثبوت دیتے ہوئے اس بات کی پوری کوشش کی کہ ان سیاسی پارٹیوں کا ہاتھ مضبوط کیا جائے جو دستور ہند اور اس کی روح کی حفاظت کا کام کرنے کا عزم رکھتی ہیں۔ یہاں پر مسلم سیاسی پارٹیوں کو یہ بات پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ وہ خود کو ایک مضبوط سیاسی قوت بنانے کی سنجیدہ کوشش ضرور کریں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ زمین پر اتر کر اپنے تنظیمی ڈھانچہ کو مضبوط بنائیں، اپنے سیاسی موقف کو واضح کریں اور مستقبل کے لائحہ عمل کو قابل نفاذ بنانے کے لیے مطلوب وسائل کو حکمت عملی کے ساتھ استعمال کرنے کا خاکہ پیش کریں تا کہ ان کو ایک سنجیدہ سیاسی قوت کے طور پر دیکھا جا سکے اور ملک کے عوام میں ان کو مقبولیت حاصل ہو۔ اس محاذ پر مسلم سیاسی پارٹیاں بہت کمزور نظر آتی ہیں اور اسی لیے ان کو سنجیدگی سے نہیں لیا جاتا ہے۔ ان کا کوئی واضح منشور بھی نہیں ہوتا جس سے پتہ چلے کہ وہ کیا متبادل پیش کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس مواقع موجود ہیں۔ اگر وہ سماج کے کمزور طبقوں اور مختلف اقلیتوں کے مسائل کو مسلم مسائل کے ساتھ کامیابی کے ساتھ ضم کریں اور ان کے حقوق کے تحفظ کا ایک موثر خاکہ پیش کریں اور پھر انہیں ایک نئی سیاسی قوت میں تبدیل کر لیں تو اس کا پورا امکان ہے کہ وہ ایک بہترین متبادل کے طور پر ابھر سکتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کے لیے بہت محنت، وقت، مطالعہ اور تجزیہ کے ساتھ ساتھ انہماک سے کام کرنے والے کیڈر کی ضرورت ہوگی۔ جب تک ان مسئلوں کا حل تلاش نہیں کیا جائے گا تب تک مسلم سیاسی پارٹیاں برائے نام ہی انتخاب کے پورے عمل میں شامل رہیں گی۔ جہاں تک فرقہ پرست سیاسی پارٹیوں کا تعلق ہے تو ان کے لیے اس بار کا انتخاب اتنا آسان نہیں ہوگا اور یہی ملک کے حق میں بہتر ہوگا کیونکہ پورے ملک کو جس طرح سے گھٹن کی کیفیت میں مبتلا کر دیا گیا ہے، اس سے اس بات کا خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ کہیں یہاں کی جمہوریت کا دم نہ گھٹ جائے۔ ایسا ہونا دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کے لیے قطعاً مفید نہیں ہوگا۔

مولانا حکیم ظہیر احمد قاسمی کا انتقال بڑا علمی روحانی وطبی نقصان: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

قطب بہار قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ سابق ناظم جامعہ عربیہ اشرف العلوم کے فیض یافتہ خلیفہ ومجاز بیعت حضرت مولانا حکیم ظہیر احمد صاحب کا انتقال بڑا علمی، روحانی وطبی نقصان ہے، حضرت مولانا کئی ماہ سے صاحب فراش تھے، فالج نے اعضاء جوارح کو بری طرح متاثر کیا تھا۔ مورخہ 25 مئی 2024 کو صبح کے چھ بجے انہوں نے آخری سانس لی۔ حکیم صاحب کے انتقال پر مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ ناظم وفاق المدارس الاسلامیہ، اردو میڈیا فورم اور کاروان ادب کے صدر نے انتہائی غم والم کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حکیم صاحب کے انتقال سے شمالی بہار ایک عظیم شخصیت سے محروم ہو گیا ہے۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ حکیم صاحب سے میرے تعلقات اس زمانہ سے تھے جب وہ مدرسہ فیض العلوم موتی گیر پرساد نیپال میں پڑھاتے تھے، اور مدرسہ لکڑی کے کھٹال اور جھونپڑی میں چلا کرتا تھا۔ بعد میں انہوں نے پریہار جیسے علاقہ میں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈال کر باشندگان پریہار کو عظیم تحفہ دیا تا کہ وہاں کے بچے اپنی علمی تشنگی بجھا سکے۔ وہ مجھ سے بہت محبت وشفقت سے پیش آتے تھے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرما کر مدرسہ طیب المدارس اور ان کے متعلقین، متوسلین کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

Scanned with CamScanner

مشکل حالات میں مسلمانوں کو کیا راستہ اختیار کرنا چاہئے؟

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

مشکل حالات میں مسلمانوں کو کیا راستہ اختیار کرنا چاہئے؟ یہ ایک اہم سوال ہے اور اس کا جواب خود قرآن مجید میں موجود ہے۔ رب العالمین نے مختصر الفاظ میں اس جانب نہایت اعلیٰ رہنمائی فرمائی ہے۔ قرآن کہتا ہے، اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعہ اللہ سے مدد چاہو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (سورہ بقرہ:153) دنیا میں انسان کو جو مصائب پیش آتے ہیں، ان کو حل کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ظاہری اسباب ووسائل کا استعمال کیا جائے۔ اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔ اسلام کا تصور یہ ہے کہ حالات بھی اللہ کی طرف سے پیش آتے ہیں اور ان کے تدارک کے لئے وسائل بھی اللہ ہی نے پیدا کئے ہیں؛ اس لئے ان وسائل کو استعمال کرنا چاہئے۔ حضور پاک، سرکار دو عالم محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ ہی نے بیماریاں بھی پیدا کی ہیں اور دوائیں بھی؛ اس لئے دوائیاں لیا کرو۔ (سنن ابی داؤد عن ابی الدرداء، حدیث نمبر: 3874)۔ آپ ؐ نے نبوت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کے باوجود ظاہری وسائل کا استعمال فرمایا ہے، منزل تک جلد اور آسانی کے ساتھ پہنچنے کے لئے سواریاں استعمال کی ہیں، دشمن سے دفاع کے لئے ہتھیار استعمال کیا ہے، اور اس کی ترغیب دی ہے اور مختلف ضرورتوں کے لئے اس دور کے جدید ترین وسائل کا استعمال کیا ہے۔ یادر ہے کہ جائز وسائل کو استعمال نہ کرنا اور اپنے آپ کو جان بوجھ کر تکلیف میں ڈالنا رہبانیت ہے، جو ایک من گھڑت عمل ہے، اور قرآن مجید نے اس کی مذمت کی ہے۔ (الحدید:27)

دنیا میں ہدایت الٰہی سے مختلف قوموں نے اس راستہ کو اختیار کیا ہے، آج بھی خود ہمارے ملک میں ایسے لوگ موجود ہیں، جو تارک الدنیا ہو جاتے ہیں، یوروپ پر تو ایک زمانہ میں اس کا ایسا غلبہ تھا کہ علاج کرانے کو بھی خدا کی مرضی میں خلل ڈالنے کا عمل سمجھا جاتا تھا، اسلام نے اس غیر فطری تصور کو رد کر دیا اور اسلامی تاریخ میں کبھی بھی معتبر علماء اور مشائخ نے اس سوچ کو قبول نہیں کیا۔ اس طرح، مشکلات اور مسائل کو حل کرنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے جو بیان کیا گیا۔ یہ دنیوی طریقہ ہے جس میں دستیاب وسائل کو استعمال کیا جاتا ہے۔ مشکلات کو حل کرنے کا دوسرا طریقہ روحانی ہے، جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے غیبی نظام سے ہے۔

قرآن مجید کی اس آیت میں اس کی واضح رہنمائی فرمائی گئی ہے، اور وہ ہے: صبر اور صلاۃ، صبر کے معنی ہیں ناگوارِ خاطر باتوں کو برداشت کرنا ہے اور جو مومن اللہ کے لئے ایسی باتوں کو برداشت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد کا دروازہ کھلتا ہے اور مصیبتیں دور ہوتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پوری زندگی خاص کر مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں صبر وتحمل سے کام لیا۔ معاندین جوش وخروش کے ساتھ حق وراستی کے چراغ کو بجھانے کے لئے حملہ آور ہوتے تھے؛ لیکن صبر کی طاقت ان تمام سازشوں کو ناکام ونامراد کر دیتی تھی۔ صبر کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص آپ کو نشانہ بنا کر پتھر مارے اور آپ اپنی جگہ سے دائیں یا بائیں ہٹ جائیں اور پتھر آگے جا کر گر جائے، تو آپ محفوظ رہیں گے اور پھینکنے والے کی محنت ضائع ہو جائے گی۔

صبر مسائل کو حل کرنے کا انفرادی طریقہ بھی ہے اور قومی طریقہ بھی، مثلاً اس وقت ملک دشمن اور مسلمان دشمن طاقتیں نفرت انگیز باتیں کہنے میں اپنی حدود سے تجاوز کر رہی ہیں، سیاست کے بازی گر چاہتے ہیں کہ وہ ایسی باتیں کہہ کر مسلمانوں کو مشتعل کریں، جب مسلمان مشتعل ہو جائینگے تو مسئلہ کو اور گرمانے کا موقع فراہم ہوگا، اسی سے فائدہ اٹھا کر خدانخواستہ دو چار فسادات کروا دیئے جائینگے، اور جب اقلیت کے خلاف اکثریت کا غصہ اپنے شباب پر پہنچ جائیگا، تو اکثریت کو ووٹ بینک کی طرح استعمال کیا جائیگا جیسا کہ ماضی میں ہو چکا ہے۔ گزشتہ دنوں جس انداز پر مسلمانوں کے خلاف بیان دیئے گئے، اگر مسلمان اسی لب ولہجہ میں اس کا جواب دیتے تو ملک کے حالات بہت خراب ہو جاتے اور نفرت پھیلانے والی طاقتوں کو اس کا پورا پورا فائدہ پہنچتا؛ لیکن مسلمانوں کی خاموشی نے ان کے فرقہ وارانہ وار کو خالی کر دیا ہے۔ اطمینان کی بات یہ ہے کہ اِس وقت اکثریتی طبقہ کے لوگ بھی محسوس کر رہے ہیں کہ یہ حقیقی مسائل کی طرف سے توجہ ہٹانے کا ایک طریقہ ہے، اسی بات نے شر پسندوں کو پریشانی اور تشویش میں مبتلا کر دیا ہے، ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ اپنے جھوٹ اور مکاری پر کس طرح پردہ ڈالیں؛ اس لئے ملک کے موجودہ حالات میں ضروری ہے کہ مسلمان موقع ومحل دیکھ کر ضرورت کے بقدر سنجیدہ لب ولہجہ میں سوالات کا جواب دیں، ردعمل کا شکار نہ ہوں، تیز وتند بیانیہ جاری نہ کریں؛ ورنہ اس کا نقصان کسی اور کو ہوگا، خمیازہ مسلمانوں ہی کو بھگتنا پڑے گا، خدانخواستہ۔

صبر کا ایک اور معنی روزہ کا ہے، مشہور مفسر امام مجاہدؒ نے اس آیت میں صبر سے روزہ ہی مراد لیا ہے، یہ بعض اور مفسرین کا قول بھی ہے: المراد ھھنا الصوم وھو الصواب (تفسیر قرطبی، آیت مذکورہ)؛ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ کی نسبت سے رمضان کو صبر کا مہینہ قرار دیا ہے (صحیح ابن خزیمہ عن سلمان الفارسی، حدیث نمبر: 1887) اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کا طلبگار ہونے اور مدد مانگنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ روزہ رکھا جائے، انسان اپنے جائز مقصد کے لئے نفل روزہ رکھے اور اللہ تعالیٰ سے التجا کرے۔

دوسرا طریقہ نماز کا ہے، نماز عبادت بھی ہے اور دعا بھی؛ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کم وبیش ہر ضرورت کے لئے نمازیں رکھی ہیں، اگر کوئی شخص دنیا سے گزر جائے تو گزرنے والے کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ مالک کائنات اس کو معاف کر دے، اس کے لئے نماز جنازہ رکھی گئی ہے، پانی انسان کی بنیادی ضرورت ہے، اگر بارش رک جائے تو کھیتیاں بھی متاثر ہوں گی اور پینے کا پانی بھی ختم ہو جائیگا، اس کے لئے نماز استسقاء رکھی گئی ہے، سفر میں جانے سے پہلے نماز سفر، اگر کسی مسئلہ میں طبیعت غیر مطمئن ہو اور ذہن کسی ایک جہت کو متعین کرنے سے قاصر ہو تو نماز استخارہ، بہ تقاضائے بشریت کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کے لئے نماز توبہ، اور اگر ضرورت درپیش ہو اور اپنے خالق ومالک سے اس کیلئے التجا کرنا چاہتا ہو تو نماز حاجت۔ یہ اللہ تعالیٰ سے نصرت ومدد طلب کرنے کی ایسی کلید ہے، جو ہر موقع پر بندہ کے لئے میسر ہے۔

نماز حاجت ہر ضرورت کیلئے ہے، چاہے کوئی شخصی ضرورت ہو یا قومی اور اجتماعی۔ غزوۂ بدر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفیں آراستہ کیں اور خود خدا کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے۔ ہمارے ملک میں اِس وقت جو حالات ہیں، اسلام کے خلاف جو غلط فہمیاں پیدا کی جا رہی ہیں، اور مسلمانوں کے خلاف جو جھوٹے پروپیگنڈے کئے جا رہے ہیں، اس کا حل یہی ہے کہ ایک طرف ظاہری تدابیر اختیار کی جائیں، دوسری طرف نماز حاجت پڑھ کر اور نفل روزہ رکھ کر آہ وزاری کے ساتھ اللہ سے مانگا جائے۔

حالیہ الیکشن، جس کی حیثیت ایک فیصلہ کن موڑ کی ہے، کے نتائج آنے سے پہلے تک ہمیں خاص طور پر ان ظاہری اور باطنی تدابیر کا پورا لحاظ رکھنا چاہئے۔ ایک طرف اپنے آپ کو اشتعال اور جذباتی بیان سے بچائے رکھنا، اپنے حق رائے دہی کا لازمی طور پر استعمال کرنا، زیادہ سے زیادہ متعلقین کو رائے دہی کے مراکز تک پہنچانا اور ان کو سمجھانا کہ وہ اپنا ووٹ امن پسند اور انصاف پسند جماعت کے حق میں استعمال کریں، اور نفرت کے سوداگروں کو اقتدار حاصل کرنے سے دور رکھیں۔ دوسری طرف نماز حاجت اور نفل روزہ کا اہتمام کریں؛ کیونکہ ایک صاحبِ ایمان کیلئے یہی کامیابی کا سب سے بڑا نسخہ ہے، ساڑھے چودہ سو سال سے اِس اُمت کا یہی شعار رہا ہے۔

جنسی جرائم روکنے کیلئے اخلاقی تعلیم کی ضرورت

عارف عزیز (بھوپال)

عصمت دری کے واقعات میں اضافہ کا پہلا سبب سنیما، ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کے ذریعہ فحش فلموں کا پھیلاؤ ہے۔ دراصل ہمارے حکمرانوں نے آزادی کے نام سے ہندوستان کو انگلینڈ اور فرانس تو بنا دیا، لیکن اُس کے ساتھ ہی اخلاقیات کا ڈھنڈورا پیٹنے کے لئے سستی طوائفوں اور کوٹھوں پر پابندیاں عائد کر دیں لیکن فائیو اسٹار ہوٹلوں میں عیاشی کرنے کی چھوٹ دے دی۔ اسی لئے عصمت دری کے واقعات میں عموماً مزدور، ڈرائیور اور کنڈکٹر ہی ملوث پائے جاتے ہیں۔ ہماری مرکزی سرکار اور ریاستی سرکاروں کو فحش فلموں اور سائٹوں، نیم عریاں رقص، آئٹم سانگ وغیرہ پر اُسی طرح پابندی عائد کرنا ہوگی، جیسی سعودی عرب، ملیشیا، افغانستان اور ایران وغیرہ مسلم ممالک میں عائد ہے۔ اگر سرکار ایسا نہیں کر سکتی تو پھر جیسا کہ ایک جسٹس صاحب نے مشورہ دیا تھا کہ ملک میں سیکس کو فری کر دیا جائے، تاکہ فحش فلم سے مشتعل کوئی نوجوان کسی لڑکی کی عصمت دری نہ کر سکے۔

بچیوں کے ساتھ ظالمانہ جنسی عمل کا سبب یہ بھی ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اب خوف خدا نہیں رہا، اسلام اور دیگر مذاہب کی اعلیٰ وارفع اخلاقی تعلیم سے نئی نسل کو آراستہ کر کے اور ان میں خوف خدا پیدا کر کے بھی گناہوں سے بچنے کی ترغیب دی جانی چاہئے۔ لہٰذا ہر قسم کے اسکولوں، کالجوں اور میڈیکل، انجینئرنگ اور مینجمنٹ کے تعلیمی اداروں میں مذہبی و اخلاقی تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے۔ میڈیا، سنیما اور سوشل ویب سائٹوں کے ذریعہ بھی تمام مذاہب بالخصوص اسلام کی اعلیٰ وعملی اخلاقی تعلیم دی جائے۔ یہاں روحانی و اخلاقی تعلیم سے مراد یہ نہیں کہ طلباء وطالبات کو کسی مخصوص دھرم یا مذہب کی عبادت کے طریقے سکھلائے جائیں، بلکہ ان کے دلوں میں خوفِ خدا پیدا کرنے اور حقوق العباد کا احترام کرنے یعنی خدا کے بندوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے اور انہیں اُن کا حق دینے نیز جرائم سے بچنے کی تعلیم دی جائے۔ دراصل دنیا کے تمام مذاہب میں اعلیٰ ارفع اخلاقی اصول ہیں، جنہیں نصاب میں شامل کیا جائے۔ نظریاتی وعملی اخلاقی تعلیم کے نمبر یا گریڈ بھی طلباء وطالبات کی مارکس شیٹ میں شامل کئے جائیں۔ کئی اسلامی ممالک میں زانیوں کو سزائے موت سرعام دی جاتی رہی ہے تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں، اسی لئے بی جے پی کی سابق لیڈر سشما سوراج اور اسمرتی ایرانی نے زانیوں کو سرعام سزائے موت دینے کا جو کافی پہلے مطالبہ کیا تھا اُسے اُنکی حکومت کو اب نافذ کرنا چاہئے تاکہ اس گھناؤنے جرم پر قابو پایا جا سکے اور اس طرح کے جرائم سے سماج میں جو نارکی پھیل رہی ہے اس پر روک لگے، اس مقصد سے سنیما، ٹی وی، انٹرنیٹ بالخصوص بلو فلموں کے ذریعہ جنسی جرائم کا جس طرح ابھار ہوا ہے اس کے سدباب کی بھی حکمرانوں کو فکر ہونی چاہئے۔

Scanned with CamScanner

ازدواجی تعلقات میں خوشگواری پیدا کیجئے

شوہر کی عزت کرنا بیوی کا فرض ہے۔شوہر اور سسرال والوں کی چھوٹی چھوٹی ضروریات اور صحت کا خیال رکھنا بیوی کی ذمہ داری ہے۔لڑکی کو یہی باور کرایا جاتا ہے کہ اب تمہارا اصل گھر تمہارا سسرال ہے۔ یہ اور اس طرح کی بہت سی باتیں شادی کے بندھن میں بندھتے وقت لڑکیوں کی اکثریت نے سن رکھی ہوتی ہیں۔لیکن ایسی تمام باتوں میں جو سوال نئی نویلی دلہن کے ذہن میں آتا تھا وہ یہ کہ شادی کے بعد جہاں بیوی کی بے شمار ذمہ داریاں اور فرائض ہیں، وہیں ایک بیوی کی عزت، اس کا خیال اور اس کے ساتھ تعاون کرنا کس کی ذمہ داری ہے؟ کیا ایک عورت سے شادی صرف اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ شوہر، اس کے والدین، اہل وعیال، بچوں اور گھر کی ذمہ داریاں بخوبی نبھا سکے؟ ایک عورت ہونے کی حیثیت سے بیوی کو مرد کی برتری پر نہیں بلکہ اس کی بے جا حاکمیت پر اعتراض ہوتا تھا۔تاہم اکیسویں صدی نے تمام تر اعتراضات اور حاکمیت سے متعلق گلے شکوے کافی حد تک ختم کردیے ہیں۔آج کی عورت بہت حد تک جہاں خود مختار ہے، وہیں ازدواجی زندگی میں پہلے کی بہ نسبت زیادہ خوش بھی ہے۔گھر کے امور ہوں یا اہم فیصلے، حتیٰ کہ گھریلو کام کاج میں بھی اکیسویں صدی کے باشعور شوہر بیوی کو ایک ملازمہ نہیں بلکہ ایک حقیقی جیون ساتھی کے طور پر تسلیم کرتے اور تمام امور میں ہاتھ بٹاتے ہیں۔

آج اگر ہم معاشرے کے مثبت پہلوؤں پر نظر دوڑائیں تو ایک تبدیلی یہ نظر آتی ہے کہ خواتین نہ صرف گھر میں بلکہ خاندان میں بھی اپنے آپ سے منسلک ہر رشتے کو بڑی خوبصورتی سے نبھا رہی ہیں تو دوسری طرف زندگی کے ہر شعبے میں خواہ وہ سیاسی، ادبی، کاروباری، صحت، تعلیم یا کھیل جیسا کوئی بھی شعبہ ہو، ملک کا نام روشن کرنے کے ساتھ ساتھ معاشی حالات کی بہتری کے لیے بھی شوہر کے ہم قدم ہیں۔اس پہلو سے یہ بات بھی خوش آئند ہے کہ تبدیلی نہ صرف خواتین بلکہ مردوں میں بھی قابل تعریف ہے۔آج کے باشعور شوہر جہاں معاشی حالات کی بہتری میں عورت کی شراکت قبول کرتے ہیں، وہیں گھریلو کام کاج میں بیویوں کا ہاتھ بٹانے کو عزت میں کمی کا سبب نہیں گردانتے۔بچوں کی پرورش کا معاملہ ہو یا ویک اینڈ پر گھریلو کام کاج کی بہتات، کپڑوں کی استری ہو یا دھلائی کا مرحلہ، شوہر اور بیوی کئی کام مل بانٹ کر کرتے نظر آتے ہیں۔اس حوالے سے ایک سینئر کولیگ کی ویک اینڈ روٹین کا ذکر کرتے چلیں، جو انھوں نے ہم سے شیئر کی۔ ان کا کہنا تھا،''چھٹی کے دن جب بیگم واشنگ مشین لگاتی ہیں تو ہم بیٹیوں کے ساتھ گھر کی صفائی کا ذمہ اٹھالیتے ہیں۔اس کے بعد جب بیگم ہفتے بھر کی کوکنگ کا بندوبست کرتی ہیں تو ہم سبزی کی کٹنگ کا ذمہ اپنے سر لے لیتے ہیں کیونکہ بحیثیت بیوی اگر مالی معاملات کی بہتری میں وہ میرے ہم قدم ہیں تو گھریلو کام کاج میں کیا ہم ان کی مدد نہیں کرسکتے؟''

ماضی کی بات کی جائے تو مشرقی معاشرے میں مرد کا کچن یا گھریلو کام کاج میں مدد کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا کیونکہ بہت سے لوگوں کا خیال تھا (آج بھی ایسے گھرانے موجود ہیں، جو تبدیلی کی اس لہر سے کوسوں دور ہیں) کہ شوہر کی ذمہ داری صرف گھرانے کی مالی ضروریات کو پورا کرنا ہے۔اس ذمہ داری کے بوجھ تلے مرد ہی نہیں خواتین بھی ناخوش نظر آتی ہیں۔ازدواجی تعلق میں میاں بیوی گاڑی کے دو پہیے ہیں، جو ساتھ ساتھ خوش وخرم انداز میں سفر کرسکتے ہیں۔ایک خوشگوار ازدواجی تعلق نہ صرف آپ کے سکون واطمینان کا باعث بنتا ہے بلکہ آپ کی لمبی عمر کا بھی۔اس حوالے سے ایک تحقیق کا ذکر کرتے چلیں، جس میں امریکی تحقیق کار اس نتیجے پر پہنچے کہ خوشگوار ازدواجی تعلقات کے حامل جوڑے لمبی عمر پاتے ہیں۔شادی شدہ اور خوش وخرم زندگی گزارنے والے افراد دل اور دماغ کے عوارض کا کم شکار ہوتے ہیں جبکہ ایسے افراد جو شادی نہیں کرتے ان کے ہاں اس طرح کی بیماریاں زیادہ پائی جاتی ہیں۔

ازدواجی زندگی کا مطالعہ کرنے والے ممتاز امریکی ماہر جان گوٹمان کے مطابق جس حد تک ممکن ہو اپنی شریکِ حیات کے ساتھ بہتر سلوک اور تعاون کا رویہ اپنائیں کیونکہ خوش رہنے والے جوڑے میں منفی انداز کے مقابلے میں مثبت انداز زیادہ غالب ہوتا ہے۔اس کے لیے بہت زیادہ جتن کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی صرف مسکرانا، ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا اور سنتے وقت توجہ دینے کے معمولی انداز بھی باہمی تعلق کو بہت حد تک خوشگوار بنا سکتے ہیں۔خوشی کی بات یہ ہے کہ آج کے پڑھے لکھے مرد یہ بات سمجھنے کو تیار ہیں کہ بیوی صرف کچن کے کاموں کے لیے ہی نہیں ہوتی بلکہ وہ زندگی کے ہر مرحلے پر آپ کے شانہ بشانہ چلنے کی طاقت رکھتی ہے۔وہ آپ کی ذات کا ایک ایسا حصہ ہے جس کی ذمہ داری آپ پر بوجھ نہیں بلکہ آپ کی مسرت واطمینان کا ذریعہ ہے۔(روزنامہ تاثیر 27 مئی 2024)

شخصیت کی تعمیر میں کارفرما عناصر

ڈاکٹر مرضیہ عارف (بھوپال)

انسان کی شخصیت صرف وضع وقطع کا نام نہیں، نہ اچھے لباس پہن لینے اور چلنے پھرنے کے سلیقے اور گفتگو کے موزوں طریقے سے شخصیت کی تکمیل ہوتی ہے، انسانی شخصیت کی تعمیر وتشکیل (پرسنالٹی ڈیولپمنٹ) کے لئے مذکورہ ظاہری صفات کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اُس میں داخلی خوبیوں کا ارتقا ہو کیونکہ جس طرح سورج اپنی روشنی سے، درخت اپنے پھل و پھول سے، عطر اپنی خوشبو سے پہچانا جاتا ہے، اُسی طرح انسان اپنے عادات واطوار سے خود کو منواتا ہے۔دنیا کے سارے جانداروں میں انسان کو ہی یہ شرف حاصل ہے کہ وہ تعلیم وتربیت سے آراستہ ہوتا ہے۔اُس میں ایک سے بڑھ کر ایک خوبیاں ہوتی ہیں مثال کے طور پر حسنِ اخلاق، حسنِ معاملات، سچائی وصداقت، تواضع وانکساری، عزم وحوصلہ، سنجیدگی وبرداشت اور ایفائے عہد جیسی صفات پائی جاتی ہیں۔دوسری طرف اُس کے اندر ایسی کمزوریاں بھی راہ پاتی ہیں جو شخصیت کو تباہ کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں، جن کو ہم چار حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں ایک اخلاقی کمزوری، دوسری معاملات کی کمزوری، تیسری جسمانی کمزوری، چوتھی نفسیاتی وذہنی کمزوری۔

انسان کی سب سے اہم خوبی حسنِ اخلاق ہے اِس کا دائرہ کافی وسیع ہے، اِس میں خوش کلامی بھی آتی ہے یعنی اپنی زبان کا موزوں استعمال، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ''پہلے تولو پھر بولو''، اِتنا ہی نہیں زبان کی شیرینی کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ غیروں کو بھی اپنا بنالیتی ہے، زبان کے بارے میں ایک کہاوت یہ بھی مشہور ہے کہ ''تیر کا زخم تو بھر جاتا ہے لیکن زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کا زخم ہمیشہ ہرا رہتا ہے'' واقعی ہم غور کریں تو یہ بڑی حیرت انگیز بات لگتی ہے کہ زبان میں ہڈی نہیں ہوتی، یہ گوشت کا ایک معمولی لوتھڑا ہے، پھر بھی زبان اتنی طاقت رکھتی ہے کہ کسی کا بھی سینہ چھلنی کرسکتی ہے اور اِس سے بہت آسانی کے ساتھ دوسرے کا دل ودماغ متاثر ہوسکتا ہے، بے شمار لوگ ہمارے سماج میں ایسے ہیں جو یہ نہیں جانتے کہ زبان سے پھول بھی جھڑتے ہیں اور خوشبو بھی آتی ہے، لوگوں کا دل بھی خوش ہوجاتا ہے اور اُن کو دکھ بھی پہونچ سکتا ہے، یہی حال انسانی معاملات کا ہے کہ اُن کی وجہ سے جہاں انسان کو عزت، احترام اور وقار حاصل ہوتا ہے، وہیں اِن کے بگاڑ کی وجہ سے وہ لوگوں میں غیر مقبول، ناپسندیدہ، گرا ہوا انسان سمجھا جانے لگتا ہے کیونکہ انسان اور سماج کے آپسی رشتوں کو اچھے بنانے کے لئے معاملات کا درست ہونا بہت ضروری ہے، معاملات صحیح ہوں گے تو انسان سچائی وصداقت کا دامن بھی تھامے رکھے گا، اُس میں تواضع وانکساری بھی پائی جائے گی اور عزم وحوصلہ بھی نظر آئے گا، سنجیدگی وبرداشت اور وعدہ نبھانے کی خوبیوں سے بھی وہ آراستہ ہوگا۔

انسانی شخصیت کی ظاہری خوبیاں لوگوں کو تھوڑے عرصہ کے لئے متاثر کرتی ہیں اور اگر باطنی صفات نہ ہوں تو اُن کا بھرم جلد کھل جاتا ہے اور متاثر کرنے کا عمل وقتی ہوتا ہے، اگر انسان کی شخصیت میں اچھے اخلاق وکردار کا عمل دخل ہو تو وہ ہر ایک کی توجہ کا مرکز بن جاتا ہے، اِس لئے علم، تجربہ، جاذبیت، اخلاق اور کردار کے ساتھ ہی انسان کی شخصیت بنتی اور دوسروں کو متاثر کرتی ہے۔

شخصیت درحقیقت نام ہے ظاہری اور اندرونی صلاحیتوں کا، اگر کوئی انسان صرف ظاہری خوبیوں کا مالک ہے تو اُس کے اثرات دیرپا نہیں ہوتے، جلد ہی اُس کی کمزوریاں سامنے آجاتی ہیں۔اچھے اخلاق ظاہری طور طریقے کا نام نہیں بلکہ اِس کے ذریعہ باطنی کردار اور عمل میں بھی خوبیاں پیدا ہونا چاہئے۔دنیا کی تمام تعلیمات، سبھی مذاہب اور فلسفوں کا نچوڑ بھی یہی ہے کہ انسان خود کو ظاہری اور باطنی دونوں پہلوؤں سے بہتر بنائے، ساتھ ہی اُس کی کمزوریوں کا خاتمہ ہو، انسانی شخصیت میں عیب پیدا ہونے کی بنیادی وجہ انسان کی اخلاقی کمزوریاں، بُری عادتیں اور خودغرضی ہوتی ہے، جن پر قابو پا کر انسان خود کو بہتر بنا سکتا ہے۔اِسی طرح قومیں انسانوں سے بنتی ہیں اور دنیا میں جتنی قومیں ہیں ان کی فطرت یکساں نہیں، یہی وجہ ہے کہ کچھ قومیں مثالی اور بعض غیر مثالی تسلیم کی جاتی ہیں کچھ قومیں اپنی وضع داری خاطرداری اور مہمان نوازی کی مثال ہیں اِن میں ہمارا ملک ہندوستان اپنی اہم حیثیت رکھتا ہے یہاں کے انسان خاطر مدارات اور مہمان نوازی میں اپنی مثال آپ ہیں اِس سرزمین کا ایک حصہ بھوپال ہے، مجھے خوشی اور فخر ہے کہ میں بھوپال میں پیدا ہوئی اور یہاں کی بڑی جھیل کا پانی پیا، یہاں کی چکنی مٹی اور پتھریلے اُتار چڑھاؤ زندگی میں بہت دیکھے میری جو کچھ بھی شخصیت یا حیثیت ہے، اِس میں بھوپال شہر کا بڑا حصّہ ہے۔خود اپنے شہر کی تعریف کروں اِس سے زیادہ مناسب یہ ہے کہ جو دانشور بھوپال آئے اُن کا نظریہ ایک جملہ میں بیان کروں جو یہ ہے کہ ''بھوپال کی مٹی انسان کے قدم پکڑ لیتی ہے اور یہاں کا پانی آبِ رواں نہیں بلکہ تالاب میں ٹھہرا ہوا ہے مگر اُس میں ہلچل رہتی ہے''، اِن دو خصوصیتوں نے بھوپال کے لوگوں کو مہمان نواز اور زندگی میں قناعت کرنے والا بنادیا ہے، یہی دو خوبیاں ہیں جو بھوپال کو دیگر علاقوں سے کچھ الگ ممتاز بناتی ہیں۔مختصر یہ کہ اِن دو خوبیوں نے بھوپالیوں کو قناعت پسند اور مہمان نواز بنادیا اگر قدیم بھارت کا تصور کریں تو بھوپال بھی ایک ملک ہوا کرتا تھا یہاں کے عوام کی شخصیت کو اُس کی مٹی اور اُس کے پانی بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

میں نے اپنے بچپن میں ایک کہانی پڑھی تھی آپ کو بھی سناتی ہوں، ایک اونچے پہاڑ سے پانی کا جھرنا نکل کر بہہ رہا تھا جو آگے چل کر چھوٹی سی ندی بن گیا، یہ چھوٹی سی ندی ایک بڑے میدان سے گزر رہی تھی، اِس میدان میں ایک آدمی کھڑے ہوکر بہتی ندی کو دیکھ رہا تھا، اُس کی نظر پانی کے ساتھ ساتھ بہتے ایک بچھو پر پڑی تو اُس کے دل میں بچھو کے لئے ہمدردی پیدا ہوئی کہ کہیں یہ پانی میں بہہ کر مر نہ جائے، اُس آدمی نے پانی میں ہاتھ ڈال کر بچھو کو نکال لیا، لیکن بچھو نے اپنی عادت کے مطابق اُس کو ڈنک مارنے کی کوشش کی تو اُس نے گھبرا کر اُسے چھوڑ دیا، بچھو پانی میں گرگیا، اُس آدمی کو پھر بچھو پر رحم آیا تو اُس نے ہاتھ بڑھا کر اُسے دوبارہ اُٹھانے کی کوشش کی، بچھو کا ڈنک پھر چلنے لگا تو وہ آدمی کے ہاتھ سے چھوٹ کر پانی میں جاگرا، تیسری بار بھی یہی ہوا، قریب ہی ایک تجربہ کار شخص کھڑا ہوا یہ منظر دیکھ رہا تھا، اُس سے خاموش نہ رہا گیا تو اُس نے آدمی سے کہا کہ ''اے بھائی! کیوں پریشان ہو رہا ہے، تجھے پتہ نہیں کہ یہ حیوان ہے، ایک موذی حیوان، یہ اپنی حیوانیت اور فطرت نہیں چھوڑے گا، اُس کی فطرت ڈنک مارنا ہے، تو کیوں اپنی جان کا دشمن بنا ہوا ہے''۔

بچھو کی جان بچانے والے آدمی نے جواب میں کہا ''جب ایک حیوان اپنی حیوانیت نہیں چھوڑ سکتا تو میں انسان ہوکر اپنی انسانیت کیسے چھوڑ دوں؟''

اِس واقعہ کو یہاں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے اخلاق وکردار کی وجہ سے ہی انسان بلکہ اشرف المخلوقات کا درجہ حاصل کرتا ہے اور جب اخلاق وکردار سے محروم ہوجاتا ہے تو انسانیت کے درجے سے نیچے گر جاتا ہے اور اُسے احساس بھی نہیں ہوتا، اِس کے برعکس حیوان اپنی فطرت پر قائم رہتا ہے، انسان کو ایک سماجی جانور اِسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ سماجی طور طریقوں سے واقف ہوکر ہی انسان بنتا اور کہلاتا ہے۔اِس کے بغیر وہ انسان قرار نہیں پاسکتا۔

یاد رکھئے! شخصیت علم، تجربہ، اخلاق، کردار اور جاذبیت کا نام ہے اِس کے لئے ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی صلاحیتوں کے ارتقاء کی ضرورت ہے، دنیا میں بڑے لوگ اِس وجہ سے مشہور ہوئے کہ اُنہوں نے اپنی شخصیت کی تعمیر وتشکیل پر توجہ دی، اُسے اُبھارا اور نکھارا، جس کے نتیجہ میں اُن کی صلاحیتیں نکھر کر سامنے آئیں اور وہ عوام الناس کی توجہ کا مرکز بن گئے اور بڑے آدمی کہلائے۔

Scanned with CamScanner

غرور وتکبر-ذلت ورسوائی کا ذریعہ

مفتی عمران اللہ قاسمی

موجودہ دور کی صنعتی زرعی اور سائنسی ترقی نے ضروریات پورا کرنے کے لیے نئے نئے اسباب وآلات ایجاد کردیئے، تیز رفتار مشینوں اور تھوڑے وقت میں زیادہ کام کردینے والے کارخانوں کی وجہ سے انسان کی بہت ساری مشکلات ختم ہوگئیں آسانیاں پیدا ہوگئیں، مال ودولت کی بہتات ہوگئی، اسی مال ودولت کی فراوانی اور بہتات نے انسان کی معاشرتی زندگی کو یکسر بدل ڈالا، جہاں باہمی اخوت رواداری اور رفاہِ عامہ کے متعدد طریقے وجود میں آئے، وہیں مال و دولت کی بہتات نے بہت سی اخلاقی برائیوں کو بھی جنم دیا، خواہشات نفسانی کو پورا کرنے کی حرص، غریبوں کو حقیر اور کمتر سمجھنا، ان کے حقوق دبانا، غرور وگھمنڈ کرنا اور فخر وتکبر میں مبتلا ہونا وغیرہ ایسی متعدد بیماریاں ہیں جو مال دولت کی فراوانی کے سبب پیدا ہوتی ہیں اور آہستہ آہستہ معاشرے کے لئے ناسور بن جاتی ہیں، خصوصاً ان میں تکبر بہت سی برائیوں کا پیش خیمہ ہے۔

تکبر کیا ہے؟: تکبر کا مفہوم ہے بڑا بننا، خود کو ہر ایک سے اس قدر بڑا سمجھنا کہ نہ حق کی پرواہ رہے اور نہ لوگوں کی عزت و احترام کا خیال رہے''الکبر بطر الحق و غمط الناس'' کبر حق سے منہ موڑ لینے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے، یہ ایسی اخلاقی برائی ہے جس کے معاشرتی طور پر نہایت مضر اثرات ہوتے ہیں، قدیم سے قدیم رفاقت عداوت میں تبدیل ہوجاتی ہے، صداقت و قربت ختم ہوجاتی ہے، احترام واکرام فنا ہوجاتا ہے، ذلت ورسوائی دامن گیر ہوجاتی ہے۔

تکبر ابلیس کی ایجاد ہے: یہ برائی ابلیس کی ایجاد کردہ ہے کیونکہ ابھی دنیا انسانی چہل پہل سے آشنا بھی نہ ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو وجود بخشنے کے بعد تمام فرشتوں کو اور ابلیس کو یہ حکم دیا کہ وہ حضرت آدم کو سجدہ کریں، حکم ربی کی اطاعت کرتے ہوئے تمام فرشتے سجدہ ریز ہوگئے، مگر ابلیس نے انکار کردیا، اور تکبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے سجدہ سے رک گیا۔ قرآن کریم نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کیا: وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ اَبٰی وَ اسْتَکْبَرَ وَ کَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ (البقرہ:34)''اور ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ سجدہ کریں آدم کے لیے تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کردیا اور اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں پڑگیا اور نافرمانوں میں شامل ہوگیا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے سجدہ نہ کرنے کی وجہ دریافت کی تو ندامت وشرمندگی کے بجائے اس نے فخریہ انداز میں اپنی بڑائی کا اظہار کرتے ہوئے سجدہ نہ کرنے کی وجہ بیان کی: قَاَ اَنَا خَیْرٌ مِنْہُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ (الاعراف:12) ''اس نے کہا میں آدم سے بہتر ہوں تونے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔'' اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت نہ کرتے ہوئے ابلیس نے سجدہ نہیں کیا بلکہ خود کو بہتر اور بڑا سمجھ کر حضرت آدم کو کمتر سمجھتے ہوئے سجدہ سے رک گیا، اپنے بڑا ہونے کا اس نے آگ اور مٹی سے استدلال کیا کہ آگ کی خاصیت بلندی کی جانب چڑھنا ہے اور وہ بلند ہی رہتی ہے اور مجھے آگ سے پیدا کیا گیا اس لیے میں بہتر ہوں، اور مٹی ثقیل ہونے کی وجہ سے پستی کی جانب چلتی ہے اور آدم کا جسم مٹی سے پیدا کیا گیا مجھ سے بہتر کیسے ہوسکتے ہیں، لہٰذا میں انہیں سجدہ کیوں کروں؟ یہی کبر کا نقطہ آغاز تھا جس کا صدور ابلیس سے ہوا اور اس طرح ابتدائے آفرینش ہی میں ابلیس نے کبر کی بنیاد ڈال دی تھی۔

تکبر؛ فرعون و قارون کا شعار: بعد میں ابلیس کی ذریت اور اس کے چیلوں نے اس برائی کو اپنا کردار اور شعار بنایا اور وہ بڑائی اور گھمنڈ میں مبتلا ہوتے رہے کہ خود کو تو مخلوق خدا کے سامنے عزت والا گردانتے ہی تھے اس سے آگے بڑھ کر وہ اپنی اوقات کو بھول کر خدا کی قدرت کاملہ کے مقابلے میں زبان درازی کرنے لگے، اسی تکبر کا صدور فرعون سے اس وقت ہوا جب اللہ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام حق کی دعوت دینے کے لیے اس کے پاس گئے۔ قرآن کریم نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے: ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی وَ اَخَاہُ ھَارُوْنَ بِاٰیٰتِنَا وَ سُلْطَانٍ مُّبِیْنٍ O اِلٰی فِرْعَوْنَ وَ مَلَائِہٖ فَاسْتَکْبَرُوْا وَ کَانُوْا قَوْمًا عَالِیْنَ (المومنون 46/45)''پھر ہم نے موسیٰ اور اس بھائی ہارون کو اپنی نشانیوں اور کھلی سند کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا، مگر انہوں نے تکبر کیا اور وہ نہایت مغرور لوگوں میں سے ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ نے جس دولت وسلطنت سے فرعون کو نوازا تھا اس پر اعتماد کر کے وہ حقیقت کو بھول گیا اور کبر وغرور اس کے اندر پیدا ہوگیا، اسی طرح قارون کو اللہ تعالیٰ نے بے انتہا دولت سے نوازا تھا اس کا خزانہ اپنی کثرت کی وجہ سے آج تک لوگوں کے درمیان ضرب المثل بنا ہوا ہے اس نے بھی اپنے خزانہ پر اعتماد کیا اور خدا کو بھول کر کبر وغرور میں مبتلا ہوگیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے واقعہ کو بھی نقل کیا: ''اور ہم اس کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ تھک جاتے تھے ان کی کنجیاں اٹھانے والے طاقتور آدمی، جب کہا اس سے اس کی قوم نے اتراؤ مت اللہ تعالیٰ کو اترانے والے نہیں بھاتے، اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تجھ کو دیا ہے اس میں سے آخرت کا گھر لے اور دنیا میں سے اپنے حصہ کو نہ بھول اور بھلائی کر جیسے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کی، اور زمین میں فساد ڈالنا مت چاہو اللہ تعالیٰ فساد ڈالنے والوں کو پسند نہیں کرتا، تو اس نے کہا یہ مال مجھ کو ایک ہنر کی وجہ سے ملا ہے جو میرے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو مال ودولت قارون کو عطا کی تھی اور اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کیا تھا اس کو نظر انداز کر کے وہ بھی کبر میں مبتلا ہوگیا اور مال ودولت کے ذخیرے کو اپنی محنت اور ہنر کا نتیجہ سمجھ بیٹھا اس نے اللہ کے احسان کا انکار کردیا اور اللہ تعالیٰ کے نام پر خرچ کرنے سے انکار کردیا، قارون وفرعون کے واقعہ کے سوا اور بھی متعدد مثالیں ہیں جن میں ابلیس کی اتباع کرتے ہوئے کبر اپنانے اور غرور وگھمنڈ میں مبتلا ہونے کا ذکر ملتا ہے الغرض تکبر ایسا برا وصف اور اخلاقی عیب ہے جو شیطان کا ایجاد کردہ اور اس کی ذریت کا شعار ہے اور اپنے اندر متعدد برائیاں رکھتا ہے۔

تکبر راہ حق میں رکاوٹ: تکبر اور غرور کا سب سے اہم اور بڑا نقصان یہ ہے کہ یہ حق کو قبول کرنے میں رکاوٹ بنتا ہے، حق واضح ہوجانے اور سمجھ لینے کے بعد بھی متکبر شخص کی انا آڑے آجاتی ہے اور وہ حق سے دور ہوجاتا ہے، تاریخ شاہد ہے کہ حق سے منحرف ہونے والوں کی زندگی کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو ان کے حق سے پھرنے اور دور ہونے میں دیگر اسباب کے ساتھ کبر وغرور کا بھی دخل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے گھمنڈ اور غرور کی وجہ سے ان کے قلوب پر مہر لگادیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: کَذٰلِکَ یَطْبَعُ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ (المومنون:35)''اس طرح مہر کردیا اللہ نے ہر متکبر اور سرکش کے دل پر''۔ حق کے مقابلے میں اکڑنا سن کر ان سنی کردینا اور اس کے مقابلہ میں اندھا بہرا بن جانا اور پھر بندگان خدا کو حقیر وذلیل سمجھنا ہی تکبر کی اصل ہے اور اسی وجہ سے یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ عمل بھی ہے۔

تکبر والے کی آخرت میں رسوائی: تکبر کی بری خصلت جس شخص کے اندر بھی ہوگی دنیا میں تو اس کے نقصانات ہوں گے ہی آخرت میں بھی اس کے اثرات رونما ہوں گے، رسوائی اور ذلت کا سامنا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا غضب وغصہ بھی ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''قیامت کے دن تکبر میں مبتلا ہونے والے لوگ چیونٹیوں کی طرح آدمیوں کی شکل میں جمع کئے جائیں گے ذلت ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہوگی ان کو جہنم کے قید خانہ کی طرف لے جایا جائے گا جس کا نام بولس ہوگا ان پر آگوں کی آگ بھڑکتی ہوئی اور ان کو دوزخیوں کے زخموں کا خون پیپ پلایا جائے گا، جس کا نام طینۃ الخبال ہے''۔ آخرت میں متکبرین کو ہونے والی سزا کا یہ ایک منظر ہے، باقی اس کے علاوہ اور کیا کیا سزا ہوگی اس کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے، ایک اور دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبر کی مذمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ اَحَدٌ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃِ خَرْدَلٍ مِّنْ کِبْرٍ (مشکاۃ:433/2)''ایسا کوئی بھی انسان جنت میں داخل نہ ہوسکے گا جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہو''۔ دوسری روایت میں تکبر کی مذمت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ دَرَجَۃً یَرْفَعُہُ اللّٰہُ بِہٖ دَرَجَۃً حَتّٰی یَجْعَلَہُ اللّٰہُ فِیْ اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ وَ مَنْ تَکَبَّرَ عَلَی اللّٰہِ دَرَجَۃً یَضَعُہُ اللّٰہُ بِہٖ دَرَجَۃً حَتّٰی یَجْعَلَہُ فِیْ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ (الترغیب:351/3)''جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے ایک درجہ انکساری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند کرتا ہے یہاں تک کہ اس کو اعلیٰ علیین میں پہنچادیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ پر ایک درجہ تکبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ گھٹاتا ہے حتی کہ اسے جہنم کے سب سے نچلے درجہ میں پہنچادیتا ہے۔ مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ انسان کبر سے بالکل دور رہے اور اس کا شائبہ بھی دل میں نہ آنے دے اور اپنی حیثیت کو ہمیشہ ملحوظ رکھے۔

کبر سے بچنا ضروری ہے: انسان ہر ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے، ہر ہر سانس پر اس کو اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہونا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کے احسانات بے شمار ہیں جن کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے سامنے تواضع اور عاجزی ظاہر کرے اور اس کے اور اس کے پیارے نبی کے ہر ہر حکم کو بخوشی مانے اور اس پر عمل کرے، لیکن اس کے برخلاف کرتا ہے اور تکبر اور غرور میں مبتلا ہوتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کردینے والا عمل ہے، ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ وَ الْعَظَمَۃِ اِزَارِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ وَاحِدًا مِّنْہُمَا فَقَذَفْتُہٗ فِی النَّارِ (ابوداؤد:566/2)''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار ہے جو شخص بھی ان دونوں میں سے کوئی ایک مجھ سے چھیننے کی کوشش کرے گا میں اس کو جہنم میں داخل کردوں گا۔ معلوم ہوا کہ ایسی برائی ہے جس کی وجہ سے انسان خسارے ہی میں مبتلا ہوتا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اس کو ترک کردیا جائے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوسکے۔

نعتِ نبی ﷺ

نبی ﷺ کے در پہ جانا چاہتا ہوں
انہیں دکھڑا سنانا چاہتا ہوں

ستایا میں گیا ہوں کیسے کیسے
وہ سارا کچھ بتانا چاہتا ہوں

مسلسل غم میں رہتا ہوں میں ڈوبا
ذرا سا مسکرانا چاہتا ہوں

زیارت گنبد خضرا کی کر کے
مقدر جگمگانا چاہتا ہوں

ارے حاجی درِ آقا ﷺ پہ جا کر
بتانا میں بھی آنا چاہتا ہوں

مجھے دھونے ہیں دل کے داغ دھبے
ذرا آنسو بہانا چاہتا ہوں

لکھی ہے نعت حیدرؔ میں نے ان کی
اسے روضے پہ گانا چاہتا ہوں

اشتیاق حیدر قاسمی سمستی پوری
خادم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

طب وصحت

پتھری کا علاج

جابر پالنپوری

پتہ میں پتھری اکثر لوگوں کو ہو جاتی ہے لیکن ہر شخص کو ایسی کوئی تکلیف نہیں ہوتی جس سے اسکی موجودگی کا شبہ یا اندازہ ہوسکے کیونکہ علامات کے بغیر دنیا میں کافی لوگ اسکا شکار ہوتے ہیں۔

جدید تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ جسم میں داخل ہونے کے بعد چکنائیوں اور خاص طور پر حیوانی ذریعہ سے حاصل ہونے والی چیزوں میں کولیسٹرول زیادہ پائی جاتی ہے جو کہ پانی میں حل نہیں ہوتی لیکن صفرا میں شامل ہو جاتی ہے۔ جگر جب صفرا بناتا ہے تو اس میں کولیسٹرول کا ایک حصہ بھی موجود ہوتا ہے جو مرکب کی شکل میں پتہ میں ذخیرہ ہوتا ہے لیکن جگر کی بعض بیماریوں میں صفرا کی پیدائش کا عمل غلط ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جگر نے ابتداء ہی میں کولیسٹرول کی اتنی زیادہ مقدار پیدا کردی ہے کہ اسے مرکب میں حل رکھنا ممکن نہ ہوسکا یا مرکب کے دوسرے اجزاء ناقص ہونے کی وجہ سے اسے حل پذیر نہ رکھ سکے لیکن پتھری بنانے میں پتہ کا اپنا کردار بھی اہم ہے اگر وہ تندرست ہوتو عام حالات میں وہ پتھری بننے نہیں دیتا۔

پتہ میں اگر کسی وجہ سے سوزش ہو جائے تو پھر سوزش والے مقام پر کولیسٹرول جمنا شروع ہو جاتا ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ سوزش یعنی التہاب مرارہ کے 90 فیصد مریضوں کو صرف سوزش نہیں ہوتی بلکہ اس کے ساتھ پتہ میں پتھریاں بھی ہوتی ہیں۔

تشخیص پتھریوں میں اگر کیلشیم کی مقدار زیادہ ہوتو ایکسرے میں نظر آجاتی ہیں ورنہ ان کی تشخیص کا بہترین طریقہ الٹرا ساؤنڈ ہے جس کی مدد سے نہ صرف پتھریوں کا پتہ چل سکتا ہے بلکہ ان کا صحیح سائز بھی معلوم کیا جاسکتا ہے۔

علامات اکثر مریضوں کو پتہ میں پتھریوں کے باوجود کوئی تکلیف نہیں ہوتی اور پتھریوں کی موجودگی کا پتہ اتفاقاً چلتا ہے اس لئے زیادہ تر علامات پتھری کی وجہ سے نہیں بلکہ ان سے ہونے والے مسائل سے ہوتی ہیں۔ جیسے کہ

(1) نالیوں میں رکاوٹ کی وجہ سے پتہ میں سوزش

(2) نالیوں میں رکاوٹ کی وجہ سے لبلبہ میں سوزش

(3) بڑی عمر کے مریضوں میں پتہ میں کینسر ہو جاتا ہے۔

(4) پتہ اور چھوٹی آنت کے درمیان ایک سوراخ بن کر صفرا کے اخراج کا براہ راست غلط راستہ بن جاتا ہے جس میں بھی کوئی پتھر پھنس کر رکاوٹ یا پھر یرقان اور پیٹ کے اندر دوسرے خطرات اور حوادث کا باعث ہوسکتا ہے۔

علاج طب جدید میں اس حصہ جسم کی کسی بھی بیماری کا شافی علاج موجود نہیں۔ شدید سوزش کے دوران قے، بدہضمی اور معدہ کی سوزش، بخار اور درد کا علامات کے مطابق علاج کیا جاتا ہے جبکہ پتھری اور مزمن سوزش کیلئے درد دور کرنے والی ادویہ کے علاوہ اور کوئی حل موجود نہیں۔

پتہ کی ہر بیماری کا علاج آپریشن ہے جن لوگوں کا پتہ نکالا جاچکا ہے وہ عمر بھر بدہضمی کا شکار رہتے ہیں، وہ چکنائیاں ہضم نہیں کرسکتے۔

پیارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرحمت کی ہوئی ادویات میں انجیر پتہ کی بیماریوں کے علاج میں بہت اہمیت رکھتی ہے۔ نہار منہ کھانے سے خون کی نالیوں میں اور پتہ کی نالیوں سے پتھریاں اور سدے نکالتی ہے۔ انجیر پتہ کی سوزش اور پتھری کے خلاف سب سے بڑی پیش بندی ہے۔ اسے کھانے سے چکنائیوں کے ہضم کرنے میں کوئی مشکل نہ ہوگی اور نہ ہی کولیسٹرول کی کوئی مقدار جسم میں جا کر خون کی نالیوں میں جم کر دل کے دورے کا باعث بنے گی اور نہ یہ جگر سے نکل کر پتھریاں بنائے گی۔

اطباء قدیم میں سے ابن البیطار اور اکبر ارزانی نے پتے کی پتھری کو توڑنے کے لئے انجیر تجویز کی ہے۔

ان کا یہ نسخہ مرض کی ماہیت کے مطابق درست اور تجربات سے ہمیشہ مفید پایا گیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ کے جملہ امراض کے لئے جو کا دلیہ جس میں دودھ اور شہد ملایا گیا ہو (تلبینہ) تجویز فرمایا ہے۔ یہ پیٹ کی سوزش کیلئے انتہائی مفید ہے چونکہ اس میں چکنائی نہیں ہوتی اس لئے اسے ہر کیفیت میں، خاص طور پر ان مریضوں میں جن کو معدہ میں جلن کی وجہ سے قے ہوتی ہے، فائدہ دیتا ہے۔ جو کا دلیہ پیشاب آور ہے پتہ کے مریضوں کے لئے یہ دلیہ از حد مفید ہے یہ خون کی کولیسٹرول کو کم کرتا ہے۔

پتہ کی بیماریوں کو پیدا کرنے میں چکنائیوں کا بڑا عمل دخل ہے، بیمار ہونے کے بعد مریض کی غذا میں چکنائی کی موجودگی اس کی بیماری میں اضافہ کا باعث ہوتی ہے۔ ایسے حالات میں کوئی ایسی چیز جو بذات خود چکنائی ہو اس سے بیماری میں اضافہ کا امکان موجود رہتا ہے۔ اس بنیادی اصول کی صداقت کے باوجود اطباء قدیم نے زیتون کا تیل استعمال کیا ہے۔

حکیم نجم الغنی خان اس کے بہت معترف تھے زیتون کا تیل پتہ کو سکیڑ کر اس کے صفرا کو باہر نکال دیتا ہے اس عمل میں کئی چھوٹی پتھریاں باہر نکل جاتی ہیں۔ حکیم نجم الغنی خان، حکیم اکبر ارزانی اور دوسرے ماہرین طب پتہ سے پتھری نکالنے کے لئے زیادہ مقدار میں زیتون کا تیل پلانے کا مشورہ دیتے ہیں۔

تقریباً 9 اونس زیتون کا تیل مریض کو پلایا جائے تو پتھریاں نکل جاتی ہیں۔ زیتون کا تیل ایک ایسی مفید چکنائی ہے جو دوسری چکنائیوں کو بھی ہضم کرتی ہے۔ اطبائے قدیم نے پتہ کے سدے دور کرنے کے لئے سرکہ کو بہت مفید قرار دیا ہے۔

بوعلی سینا کے ایک نسخہ کے مطابق انجیر کو سرکہ میں بھگو کر کھلایا جائے تو پتے کے مسائل جلد حل ہو جاتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلونجی کو ہر بیماری میں شفائکا مظہر بتلایا ہے۔ اطبائ سے پتے کی پتھری نکالنے والی قرار دیتے ہیں۔

صبح نہار منہ شہد کے شربت کے ساتھ کلونجی 3 گرام کھانا پتہ کی بیماریوں میں انتہائی مفید وموثر ہے کیونکہ طب جدید میں پتہ کی بیماریوں کا آپریشن کے علاوہ اور کوئی علاج نہیں ہے۔ اس لئے بیماری کے علاج میں طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھرپور استفادہ کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

ہفتۂ رفتہ

راشدالعزیری ندوی

سی اے اے کے تحت شہریت نامے جاری کرنے کا عمل شروع

ملک میں عام انتخابات سے عین قبل نافذ کیے گئے شہریت (ترمیمی) اصول-2024 کے تحت شہریت نامے جاری کرنے کا عمل مغربی بنگال سمیت متعدد ریاستوں میں شروع ہوگیا ہے۔ ایک سرکاری بیان میں کہا گیا کہ "ریاست بنگال کی بااختیار کمیٹی کی طرف سے شہریت کی درخواستوں کی پہلی فہرست کو منظوری دی گئی ہے۔" قابل ذکر ہے کہ پی ایم مودی نے جنوبی 24 پرگنہ کے کاکڈویپ میں یقین دہانی کرائی ہے کہ سی اے اے صرف ان مہاجرین کو ہندوستانی شہریت دینے کے لیے ہے جو دوسرے ممالک میں مذہبی بنیاد پر ظلم وستم کا شکار ہونے کے بعد ملک میں آئے ہیں۔ وزارت داخلہ کی جانب سے جاری سرکاری بیان میں کہا گیا کہ ہریانہ اور اتراکھنڈ کی ریاستوں کی بااختیار کمیٹیوں نے بھی شہریت (ترمیمی) اصول، 2024 کے تحت اپنی متعلقہ ریاستوں کے درخواست دہندگان کی پہلی فہرست کو شہریت کی منظوری دی ہے۔ واضح رہے کہ شہریت (ترمیمی) اصول، 2024 کے تحت دہلی کی بااختیار کمیٹی کی طرف سے پہلی فرست کو منظوری ملنے کے بعد نئی دہلی میں درخواست دہندگان کو مرکزی داخلہ سکریٹری نے 15 مئی 2024 کو شہریت نامے سونپ دیے تھے۔

4 سال سے جیل میں بند شرجیل امام کو ہائی کورٹ سے ملی ضمانت

دہلی ہائی کورٹ نے دہلی فساد معاملے میں ملزم شرجیل امام کو بڑی راحت دیتے ہوئے ضمانت دینے کا فیصلہ سنایا ہے۔ شرجیل امام پر جامعہ ملیہ اسلامیہ کے علاقہ اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں مبینہ طور سے اشتعال انگیز تقریر کرنے سے متعلق ملک سے غداری اور یواے پی اے (غیر قانونی سرگرمی روک تھام ایکٹ) کا معاملہ درج ہے۔ جسٹس سریش کمار کیت اور جسٹس منوج جین کی بنچ نے شرجیل امام کی ضمانت سے متعلق درخواست پر سماعت کرتے ہوئے اس بات کو دھیان میں رکھ کر آئینی ضمانت دینے کا فیصلہ کیا کہ وہ اپنے خلاف لگائے گئے الزامات کے لیے نصف سزا پہلے ہی کاٹ چکا ہے۔ حالانکہ شرجیل امام کو جیل سے رہائی نہیں ملے گی کیونکہ وہ 2020 کے دہلی فسادات سے متعلق بڑی سازش کے معاملے میں بھی ملزم ہے۔ قابل ذکر ہے کہ فروری ماہ میں دہلی کی کڑکڑڈوما کورٹ نے شرجیل امام کو آئینی ضمانت دینے سے انکار کردیا تھا۔ اس کے بعد شرجیل نے ہائی کورٹ میں اس حکم کو چیلنج پیش کیا تھا۔ شرجیل امام پر یواے پی اے کی دفعہ 13 نافذ کی گئی تھی اور وہ اس معاملے میں 28 جنوری 2020 سے حراست میں ہے۔ اس معاملے میں الزام ثابت ہونے پر 7 سال کی سزا ہے اور نصف سے زیادہ وقت شرجیل امام جیل میں گزار چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دہلی ہائی کورٹ نے اسے آئینی ضمانت دینے کا فیصلہ سنایا۔

اعظم خان مار پیٹ اور ڈکیتی معاملے میں قصوروار قرار

اتر پردیش کے ڈونگر پور بستی میں مار پیٹ، ڈکیتی اور مجرمانہ سازش کے معاملے میں اعظم خان کو عدالت نے قصوروار قرار دیا ہے۔ ابھی اس معاملے میں سزا پر فیصلہ آنا باقی ہے، لیکن رام پور ایم پی-ایم ایل اے کورٹ میں اعظم خان پر لگے الزامات آج ثابت ہو گئے۔ قابل ذکر ہے کہ گنج تھانہ حلقہ کے ڈونگر پور بستی کو خالی کرانے سے متعلق کئی مقدمات 2019 میں درج ہوئے تھے۔ اعظم خان کے خلاف اس طرح کے مجموعی طور پر 12 مقدمات درج ہوئے تھے اور اس معاملے میں اعظم خان کے ساتھ ساتھ ٹھیکیدار برکت علی بھی ملزم تھے۔ ان پر دفعہ 392، 504، 506، 452، 120 بی کے تحت کیس درج ہوا تھا۔

جیہ شیٹی قتل معاملہ میں چھوٹا راجن قصوروار قرار، عدالت نے سنائی عمر قید کی سزا

ممبئی کی اسپیشل سی بی آئی عدالت نے ایک قتل معاملہ میں ڈان چھوٹا راجن کو عمر قید کی سزا سنائی ہے۔ معاملہ ممبئی کے جیہ شیٹی قتل معاملہ سے جڑا ہے۔ 2001 میں جیہ شیٹی پر ممبئی کے گرانٹ روڈ میں چھوٹا راجن کے آدمیوں نے فائرنگ کی تھی۔ جیہ شیٹی سے چھوٹا راجن نے تاوان کا مطالبہ کیا تھا، لیکن اس کی ادائیگی نہیں کی گئی۔ اس کے بعد چھوٹا راجن نے جیہ شیٹی پر فائرنگ کروادی تھی۔

ہیلتھ انشورنس میں ایک گھنٹے کے اندر دینی ہوگی کیش لیس علاج کی سہولت

انشورنس ریگولیٹری اینڈ ڈیولپمنٹ اتھارٹی آف انڈیا (آئی آر ڈی اے آئی) نے ہیلتھ انشورنس پر ایک ماسٹر سرکلر جاری کیا، جس میں یہ واضح کیا گیا کہ انشورنس کمپنی کو درخواست کے ایک گھنٹے کے اندر کیش لیس علاج کی اجازت دینے کے بارے میں کوئی فیصلہ لینا ہوگا۔ آئی آر ڈی اے آئی نے ایک بیان میں کہا ہے کہ ہیلتھ انشورنس پروڈکٹس پر ماسٹر سرکلر نے پہلے جاری کیے گئے 55 سرکلرز کی جگہ لے لی ہے اور یہ پالیسی ہولڈرز کو بااختیار بنانے اور جامع صحت انشورنس کو مضبوط بنانے کی جانب ایک اہم قدم ہے۔

Volume:64/74,Issue:20 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT-14 13-5-24-26
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/1961

ہر چند اعتبار میں دھوکے بھی ہیں مگر
یہ تو نہیں کسی پہ بھروسہ کیا نہ جائے
(جاں نثار اختر)

الیکشن کمیشن کا طرز عمل جمہوری ملک کے لئے ٹھیک نہیں

پروفیسر اسلم جمشید پوری

الیکشن کمیشن آف انڈیا کی ذمہ داری ملک میں ہر طرح کے انتخابات کرانا ہے۔ لوک سبھا، راجیہ سبھا،صدر، نائب صدر جمہوریہ اورریاستوں کے اسمبلی انتخابات کرانا الیکشن کمیشن کی ذمہ داری ہے۔ ہر ریاست میں اس کی شاخ ہوتی ہے جو ہرالیکشن میں اس کی مدد کرتی ہے۔ جسے ریاست کے نام سے جانا جاتا ہے،مثلاً بہارالیکشن کمیشن،راجستھان الیکشن کمیشن وغیرہ۔ان ریاستی الیکشن کمیشنز کی ذمہ داری نگرنگم انتخابات اور پنچایتی انتخاب کرانا بھی ہے۔

مرکزی الیکشن کمیشن یعنی الیکشن کمیشن آف انڈیا کی اخلاقی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ صاف وشفاف، بے خوف،ایماندارانہ انتخاب کرائے۔ ووٹرس کو ہر طرح کا تحفظ فراہم کرنا اورانتخابات کا ہرطرح کا انتظام کرنا الیکشن کمیشن کا کام ہوتا ہے۔ جب الیکشن کے پروگرام کا اعلان ہوتا ہے توانتخابی ضابطۂ اخلاق نافذ ہو تا ہے اور جب ووٹ کی گنتی مکمل ہوجاتی ہے تو انتخابی ضابطۂ اخلاق ختم ہو جا تا ہے۔اس دوران سرکاری بھرتیاں، سرکاری ایسے اعلانات جن کا اثرعوام پر پڑے، ایسے اشتہار جن سے عوام پراثر ہو،سب بند ہوتے ہیں۔الیکشن کے دوران پرچہ داخل کرتے وقت اپنے اثاثوں کا حساب و کتاب امیدواروں کو دینا ہوتا ہے۔ای سی آئی کا کام انتخابات کی نگرانی کرنا ہوتا ہے۔یعنی وزیراعظم سے لے کر ہر پارٹی کے امیدوار کواپنی انتخابی تشہیر میں ملک کے کسی شہری کی آزادی کے خلاف کوئی بات نہیں کرنی ہوتی ہے۔ دوران انتخاب کسی کو اکسانے اور بھڑکانے کی بات نہ ہو۔کسی گروپ اور مذہب کے خلاف کوئی بات نہ ہو۔مقررہ حد سے زیادہ انتخابی خرچ نہ ہو۔ان سب پر نظر رکھنا ای سی آئی کی ذمہ داری ہوتی ہے۔انتخابات کے وقت ای سی آئی ملک میں سب سے زیادہ اختیاراور طاقت کا مالک ہوتا ہے۔وہ پولیس اور پریس پر بھی ایکشن لے سکتا ہے۔اب تک اس ملک کو 25 چیف الیکشن کمشنرمل چکے ہیں۔اس وقت پچیسویں چیف الیکشن کمشنرراجیوکمار ہیں،جنہوں نے یکم ستمبر 2020 میں پچیسویں چیف الیکشن کمشنر کا عہدہ سنبھالا تھا۔ جب سے اب تک وہ اس عہدے پر بنے ہوئے ہیں۔اس دوران مرکز میں این ڈی اے کی حکومت رہی ہے اور نریندر مودی وزیراعظم تھے اوراب بھی ہیں۔ بہت سے چیف الیکشن کمشنر مصلحت پسند ہوتے ہیں۔وہ سرکار یا وزیراعظم (اگر وہ انتخاب میں امیدوار بھی ہوں) سے الجھتے نہیں ہیں۔ایسے بہت سے چیف الیکشن کمشنر ہوئے ہیں، بلکہ پہلے یہی سلسلہ تھا، وہ تو بھلا ہوٹی این سیشن کا کہ انہوں پہلی بارسخت اور قانون نافذ کرنے والے کمشنر کا کردارادا کیا۔انہوں نے پہلی بار دکھایا کہ الیکشن کمیشن کے پاس الیکشن کے وقت سب سے زیادہ طاقت ہوتی ہےاور یہ بھی بتایا کہ عوام سب سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔انہوں نے صاف شفاف انتخاب کرائے۔انہوں نے دسویں چیف الیکشن کمشنر کے طور پر 1990 سے 1996 تک کام کیا۔اور ہندوستان کے لوگوں کو بتادیا کہ الیکشن کے وقت سب سے بڑے عوام ہوتے ہیں۔الیکشن کمیشن کچھ بھی کرسکتا ہے۔انہیں 1999 میں ملک کی خدمت کے لیے مگسیسے ایوارڈ بھی ملا۔ پہلے جب ہمارے ملک میں بیلٹ پیپر سے الیکشن ہوتا تھا تو بوتھ پر قبضہ کرنا عام سی بات تھی۔ طاقتور لوگ بوتھ ہی لوٹ لیا کرتے تھے۔ ووٹ والی پرچی جس باکس میں جمع ہوتی تھی،اسی باکس کوچھین کر بدمعاش بھاگ جایا کرتے تھے۔پھراس نظام میں ووٹ کی گنتی میں کئی کئی دن لگ جاتے تھے۔یہ نظام ہمارے یہاں بہت برسوں تک رائج رہا۔ جیسے جیسے زمانہ بدلا۔ہم نے ہر سمت ترقی کی۔الیکشن کمیشن بھی بیلٹ پیپر سے ای وی ایم کی طرف آ گیا۔ یہ تبدیلی بہت زیادہ ترقی تھی۔سب کچھ تبدیل ہوگیا۔ پرچیوں پر ووٹ ڈالنے والے کا فوٹو آ گیا۔ووٹر بھی اب کافی بیدار ہوگیا تھا۔ووٹوں کی گنتی اب گھنٹوں میں ہونے لگی اور سارا رزلٹ ایک ہی دن میں آنے لگا۔لیکن اس نظام میں بھی خامیاں نکالی جانے لگیں۔دراصل کمپیوٹر کے ماہرین نے ای وی ایم میں ایسے ایسے پارٹ اور پرزے مشینوں میں فٹ کردیے کہ مشینوں نے الگ ہی طرح سے کام کرنا شروع کردیا۔ای وی ایم کے سافٹ ویئر ہی بدل دیے گئے۔ہوا یہ کہ بٹن کوئی سا بھی دبے لیکن ووٹ ایک ہی پارٹی کو جاتا تھا۔پھر یہ بھی ہوا کہ حکمراں جماعت نے ای وی ایم میں گنتی کے وقت گڑبڑی کرنی شروع کردی۔نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ہی پارٹی مرکز میں حکومت کرتی رہی۔اسے یقین ہوگیا کہ اب ہمیں کوئی بھی حکومت سے بے دخل نہیں کرسکتا۔حزب مخالف جماعتوں نے بہت ہنگامہ کیا کہ ای وی ایم سے الیکشن نہ ہو،مگر الیکشن کمیشن کے کان پر جوں تک نہ رینگی،اس نے کسی کی ایک نہ سنی،حتیٰ کہ 2024 کا الیکشن بھی ای وی ایم کے ذریعہ ہوا۔

16 مارچ کی اپنی پریس کانفرنس میں چیف الیکشن کمشنر آف انڈیا راجیوکمار نے اپنا ارادہ واضح کیا تھا کہ انتخابات صاف وشفاف ہوں گے اور کسی کو بھی قانون ہاتھ میں لینے نہیں دیا جائے گا۔ہر پارٹی پر پینی نظر ہوگی۔خرچوں پر بھی الیکشن کمیشن سخت ہوگا۔کاش!ای سی آئی غیر جانب دار ہوتا۔الیکشن 19 اپریل سے یکم جون 2024 تک پھیلا دیا۔ اتنے طویل عرصے میں الیکشن پھیلانے کا کیا تک تھا؟ اتنی سخت گرمی اور لو کے دنوں میں الیکشن کا کیا مطلب تھا؟ صرف یہ کہ ایک خاص جماعت کو کھیلنے کے لیے وافر وقت دینا ہے۔گزشتہ دنوں مغربی بنگال میں بی جے پی نے اپنے اشتہارات میں ٹی ایم سی پر طرح طرح کی غلط بیانی کی گئی۔ٹی ایم سی نے الیکشن کمیشن سے اس کی شکایت بھی کی،لیکن الیکشن کمیشن حکمراں جماعت کے خلاف کچھ بھی سننے کو تیار نہیں۔تھک ہار کر ٹی ایم سی نے ہائی کورٹ کا رخ کیا۔مغربی بنگال کے ہائی کورٹ نے الیکشن کمیشن کو پھٹکار لگائی اور بی جے پی کے اشتہارات پر فوراً پابندی لگائی۔اس کا صاف مطلب ہے کہ الیکشن کمیشن اور بی جے پی کی کراری ہار ہوئی۔

ابھی حالیہ دنوں میں الیکشن کمیشن کا ایک نوٹس کانگریس صدر کو موصول ہوا۔جس میں ان کے اسٹار پرچارک کے ذریعہ ملک کے آئین پر بی جے پی کے حملے کا ذکر بار بار کیا جارہا ہے۔الیکشن کمیشن نے آئین اور اگنی ویر اسکیم پر جو تبصرے کیے جارہے ہیں،ان پر قدغن لگائے جانے کی بات کہی ہے۔دراصل راہل گاندھی اپنی ریلیوں اور روڈ شوز میں آئین پر بی جے پی کی بری نظر کو سخت تنقید کا نشانہ بنارہے ہیں۔ساتھ ہی اگنی ویر اسکیم کو بھی،ان کی حکومت آنے پر کوڑے دان میں ڈالنے کی بات زور وشور سے کہہ رہے ہیں۔حزبِ اختلاف تو ہمیشہ سے حکمراں جماعت کے کاموں کا کچا چٹھا اور حساب کتاب کرتا رہا ہے۔اب ایسے میں حکمراں جماعت کو تکلیف کیوں ہورہی ہے؟ کیا انہوں نے ایسا نہیں کیا ہے؟ اوراگر کانگریس یا انڈیا گٹھ بندھن کی دوسری پارٹیاں انہیں غلط نشانہ بنارہی ہیں تو عدالت میں مقدمہ کردیں۔بی جے پی کے سرکردہ رہنما ملک میں مذہبی نفرت پھیلانے کا کام کررہے تھے،الیکشن کمیشن نے انہیں کیوں نہیں ٹوکا؟ انہیں نوٹس کیوں نہیں دیا؟ دکھانے کے لیے الیکشن کمیشن نے ملکارجن کھرگے کے ساتھ جے پی نڈا کو بھی ایک نوٹس دیا ہے تاکہ دوسری پارٹیاں انہیں جانبدار نہ کہیں۔

یوپی کے بہت سے بوتھوں پر گڑبڑی ہوئی،لوگوں کو ووٹ ڈالنے سے روکا گیا،بہار میں تشدد کیا گیا،ووٹنگ کا عمل سست ہوا،یہ سب کیا ہے؟ اصل میں جہاں این ڈی اے کو لگا ووٹراسے ووٹ نہیں دے رہے ہیں،وہاں انتخاب کے عمل میں طرح طرح کے رخنے پیدا کیے گئے۔ان سب پر الیکشن کمیشن آف انڈیا نہ صرف خاموش رہا بلکہ اپنے عمل اور ردعمل سے جانبداری کا ثبوت دیتا رہا ہے۔یہ سب جمہوری ملک میں ٹھیک نہیں۔

> **"16/ مارچ کی اپنی پریس کانفرنس میں چیف الیکشن کمشنر آف انڈیا راجیو کمار نے اپنا ارادہ واضح کیا تھا کہ انتخابات صاف و شفاف ہوں گے اور کسی کو بھی قانون ہاتھ میں لینے نہیں دیا جائے گا۔ہر پارٹی پر پینی نظر ہوگی۔خرچوں پر بھی الیکشن کمیشن سخت ہوگا۔ کاش! ای سی آئی غیر جانب دار ہوتا۔ الیکشن 19اپریل سے یکم جون 2024تک پھیلا دیا۔ اتنے طویل عرصے میں الیکشن پھیلانے کا کیا تک تھا؟ اتنی سخت گرمی اور لو کے دنوں میں الیکشن کا کیا مطلب تھا؟ صرف یہ کہ ایک خاص جماعت کو کھیلنے کے لیے وافر وقت دینا ہے۔"**

◯ ☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے،فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں،مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر یا دیئے گئے کیوآر کوڈ اسکین کرکے آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں،رقم بھیج کر دیئے گئے موبائل نمبر پر خبر کردیں،رابطہ اور واٹس اَیپ نمبر 9576507798 (محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب)
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168,Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔
THE NAQUEEB
UPI ID : 6201750233naqueeb@sbi
BHIM UPI
WEEK ENDING-03/06/2024, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com
نقیب | قیمت فی شمارہ -/8 روپے | ششماہی -/250 روپے | سالانہ -/400 روپے

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421930402690
KMCY
Scanned with CamScanner